تاثرات

رباعیات ابو سعید ابو الخیرؒ

مترجم و شرح

از

آقائے م۔ ا۔ رازی

مطبوعہ

ملک نذیر احمد پروپرائیٹر تاج بکڈپو موہن لال روڈ بیرون موری گیٹ لاہور

حجازی پریس لاہور بیرون موری گیٹ میں باہتمام حافظ محمد اسمٰعیل پرنٹر چھپی۔ ملک نذیر احمد سیال
نے شائع کی۔

تصوّف

خدا کے ساتھ متحد ہونا یا اسی زندگی میں واصل بحق ہونا عموماً ہر ایک انسان کی خواہش ہوا کرتی ہے - دراصل یہ وہ شریف خواہش ہے جو ہر جگہ ہر زمانہ میں قدیم الایّام سے مختلف طریقہ اور لباسوں میں ظاہر ہوئی ہے - یہ ایک ربّانی جذبہ ہے جس کو مذہب پیدا کرتا ہے اور اس کی آبیاری کرتا ہے - کہتے ہیں کہ انسان خدا کی شکل پر پیدا کیا گیا - انسان میں ربّانی صفات کے جوہر ہیں اور اس کا بڑا مقصد زندگی انہی جوہروں کو ابھارنا اور نشو و نما دینا ہے - لیکن بہت سی باتیں اس مقصد کے حاصل کرنے میں روک ہو جاتی ہیں - ہم میں ہر طرح کے جذبات ہیں - قسما قسم کے تقاضے ہمیں لاحق ہیں - جسمانی، ذہنی، حسّی، جذباتی مختلف قوتیں ہم میں ہیں جو ہم میں مختلف قسم کے خصائل پیدا کر دیتی ہیں - جذبات اور تقاضے ایک دوسرے کے متضاد بھی ہیں لیکن انہی متضاد قوتوں کی ہم آہنگی بڑے بڑے نتائج پیدا کر دیتی ہے یہ ایک صداقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا - کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس پر شاہد ہے - کیا مختلف الخواص اشیاء ترکیب پاکر بہترین

نتائج مرتب نہیں کرتیں۔ جس کا تجربہ علم کیمیا میں ہم ہر روز دیکھتے ہیں۔ اگر کائنات میں یہ ہو رہا ہے تو پھر ارتقاء انسانیت میں یہ کیوں ناممکن ہے ہاں یہ سوال بڑا مشکل ہے اور اس کا حل خدا کی نصرت کے سوا ناممکن ہے بسا اوقات ہم کسی خاص قوت کی آبیاری کرتے ہیں اور دوسری قوتوں کا خیال تک نہیں کرتے جو آخر زائل ہو جاتی ہیں ۔۔ اگر دنیا عیش و عشرت کے متوالوں سے خالی نہیں تو دنیا راہبوں اور تارکوں سے بھی معمور ہے۔ اگر اچھا کھانا اور پینا اور تعیشات زندگی روحانی قوٰی کو مار ڈالتے ہیں تو پھر راہبانہ زندگی اور ترک دنیا بھی اگرچہ روحانی قوٰی کے لیے ایک حد تک مفید ہے۔ قوائے عقلیہ کو مضمحل اور ذہنی طاقتوں کو ہلاک کر دیتی ہے ۔۔ اس میں شک نہیں کہ راہبانہ ریاضتیں بعض مخفی طاقتوں کو جلا دیتی ہیں ایسی ریاضت والے بعض اعجازی باتیں بھی کر گزرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ اصلی مقصد زندگی اور اصل مقصد روح کو گنوا بیٹھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے ہم عصروں پر ایک قسم کا بوجھ ہو جاتے ہیں ہم مدنی بالطبع واقع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف قوتیں بخشی ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے عضو مددگار ہیں ۔ اور ایک دوسرے کی خدمت میں ہمیں ان قوتوں کا استعمال کرنا ہے۔ لیکن ایک راہب، ایک تارک الدنیا گویا سوسائٹی کی طرف سے مر چکا ہے اور اس کے دل و دماغ میں یہ اشرف فرائض جگہ نہیں پاتے۔ اس سے بھی زیادہ یہ امر قبیح ہے کہ بعض وقت ایسے تارک الدنیا نہایت ہی ناقابل عفو حرکات کر گزرتے ہیں جو نکمہ

ریاضات شاقہ کے لئے یہ دنیا سے الگ ہو جاتے ہیں اور تنہائی میں اپنا وقت گزارتے ہیں - اس لئے ان کے بعض اخلاق جو سوسائٹی میں رہنے سے تربیت پاتے ہیں ناتراشیدہ حالت میں رہتے ہیں -

ترک دنیا اپنے خاص حدود میں قوائے روحانی کے ترقی دینے کے لئے ازحد مفید ہے - کوئی روحانی قوت جسمانی فطرت کو لگام دینے کے سوا ترقی نہیں پاسکتی - لیکن تم اپنی جسمانی خواہشوں کو ذبح نہیں کر سکتے - جو لوگ ان جسمانی خواہشوں کو اعتدال سے زیادہ دبا دینا چاہتے ہیں وہ ایک وقت تو کامیاب ہوتے ہیں لیکن تحریکات کے ماتحت جب یہ جسمانی جذبات یک لخت مشتعل ہو جاتے ہیں تو پھر یہ تارک الدنیا نہایت بیچارگی سے ان کا شکار ہو کر بیہودہ افعال کر گزرتے ہیں جو ننگ شرافت وایمان ہوتے ہیں - علاوہ ازیں ترک دنیا سے بعض قواء کو مارنا گویا خالق قواء کے فعل پر ایک بیہودہ نکتہ چینی کرنا ہے -

دراصل یہ جس قدر جذبات بہیمہ انسان میں رکھے ہوئے ہیں یہ سب کے سب خادم روحانیات ہیں - لیکن یہ لابدی بھی ہیں جو مذہب یا سوسائٹی یا تعلیم ہماری فطرت کے ایک حصہ کی تربیت کرتی ہے اور ہمارے دیگر قواء کو نظرانداز کر دیتی ہے وہ مکمل نہیں کہلا سکتی -

خدا ہی ہمارا آخری مرجع ہے - لیکن دوسری طرف اسی خدا نے ہماری فطرت میں یہ متضاد اور مختلف قوتیں رکھ دی ہیں سوال صرف یہ ہے کہ کس طرح انسان ان متضاد قوتوں میں سے نشوونما پا کر کمال

حقیقی کو پہنچتا ہے ۔ اسلامی تعلیم کی رو سے نجات کے معنی کمال انسانی ہیں ۔ اخلاق انسانی کا تا بحد کمال پہنچنا ہی ہماری غرض و غایت ہے ۔

اس زندگی میں خدا سے متحد ہونا کیا ہے ؟ صرف ان ربانی جوہروں کو نشو و نما دینا جو انسان کے اندر مختلف جذبات اخلاق چھپے ہوئے ہیں ۔ ضرورت یہ ہے کہ کس طرح انسان ان متضاد جذبات پر قابو پا کر ان کی تعدیل و تہذیب کرے ۔ کس طرح ان کو تربیت دے کر ایک ہم آہنگی کے ذریعہ ان کا تصفیہ کرے اور اس طرح ان کے وہ جوہر چمک اٹھیں جو خدا تعالیٰ نے انسان میں رکھے ہیں یعنی انسان کی تمام روحانی قوتیں نشو و نما پا کر ربانی اخلاق بن جائیں اور وہ متصف باخلاق اللہ ہو جائے ۔ یہ ہے حقیقت صوفیت اسلام میں اور یہی غرض و غایت اس تعلیم کی ہے جس کا نام بعض نے باطنی تعلیم اسلام رکھا ہے ۔

یہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ وہ نور الٰہی جس کے کامل طور پر چمک اٹھنے پر انسان خدا کی ایک کامل تصویر بن جاتا ہے ۔ وہ مختلف خواہشات و جذبات کے حجاب میں چھپا ہوا ہے اور جب تک ان خواہشات و جذبات پر ایک قسم کی موت وارد نہ ہو جائے تب تک وہ اعلیٰ روحانی حالت حاصل نہیں ہو سکتی وہ دن روحانیات کی فتحمندی اور الٰہی جلال کی باریابی کا ہوگا جس دن ہمارے ان بہیمہ خواہشات پر موت وارد ہو جائیگی ۔ ہم اس دن تک اندھے ہیں جس دن تک دنیوی

نظاروں کی طرف سے ہم اندھے نہیں ہو جاتے۔ یہ حالت ہم میں پیدا
نہیں ہو سکتی جب تک ہماری تمام جسمانی قوتیں اور ہماری تمام طاقتیں
اللہ تعالیٰ کی رضا میں نہیں لگ جائیں اور ہماری زندگی اور موت کا
مقصد خدا تعالیٰ کی رضا نہیں ہو جاتی۔ جب ایک سالک اس طرح اپنی
رضا کو خدا کی رضا تلے کر دیتا ہے تو پھر خدا کی رضا اس کی رضا ہو جاتی
ہے۔ اس کی اگر کوئی خوشی ہے تو وہ خدا کی اطاعت ہے "میری
مرضی نہیں تیری مرضی" اس کا طریق عمل ہوتا ہے۔ یہی لفظی معنوں
میں اسلام ہے۔ اسلام وہ جلتی ہوئی آگ ہے جو تمام سفلی خواہشوں کو
بھسم کر کے اور تمام جھوٹے معبودوں کو آگ لگا کر ہماری زندگی ہماری
جائداد، ہماری عزت کو خدا کے آگے بطور قربانی رکھ دیتی ہے۔ اس
چشمہ حقیقی پر پہنچ کر پھر ہم ایک نئی زندگی کا پانی پیتے ہیں۔ ایک
آگ بجلی کی طرح ہم میں سے نکلتی ہے اور ایک آگ اوپر سے آتی ہے۔
یہ دونوں شعلے آپس میں مل کر ہماری تمام ادنیٰ خواہشوں اور بہیمہ جذبات
کو اور تمام غیر اللہ کی محبتوں کو فنا کر کے ایک موت ہماری پہلی زندگی پر
وارد کر دیتی ہے ہم ایک نئی زندگی پا لیتے ہیں۔ اسی منزل کا نام مسلم صوفیوں
نے خدا کا ملنا کہا ہے۔ اس مقام پر انسان خدا کا چہرہ دیکھتا ہے اس کا
اور خدا کا اس قدر شدید تعلق ہو جاتا ہے کہ گویا وہ خدا کو اپنی آنکھ سے
دیکھتا ہے ایک طاقت اسے اوپر سے آتی ہے اور اس کے اندرونی قوائ
روشن ہو جاتے ہیں اور ایک خالص بہشتی زندگی مقناطیس کے اثر کی

طرح کام کرنے لگ جاتی ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر خدا اس کی آنکھ ہو جاتا ہے، جس سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے، جس سے وہ کام کرتا ہے، اس کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے۔ گویا انسان خدا کی کامل تصویر بن جاتا ہے۔

(یہ مضمون خواجہ کمال الدین کے خطبات غزبیہ سے ماخوذ ہے)۔

شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ

آپ کا اسم گرامی شیخ فضل اللہ اور کنیت ابوسعید تھی۔ والد بزرگوار ابوالخیر کی کنیت سے مشہور تھے۔ شیخ ابوسعیدؒ ۴ جمادی الثانی ۳۵۷ھ کو مہنہ میں، جو علاقہ خاور کا ایک قصبہ تھا پیدا ہوئے۔

ان کا شمار اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ ابتدائی حال میں چودہ برس تک مجذوب رہے۔ سلوک میں آئے تب بھی جذب کا اثر باقی تھا۔ کتب تصوّف میں آپ کے متعلق بہت سی دلچسپ روایات مسطور ہیں۔ جن سے آپ کے کمالات روحانی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

آپ شیخ ابوالفضل کے مرید تھے۔ روایت ہے کہ ایک شہر سرخس کے دروازے میں داخل ہوئے تو دیکھا۔ کہ لقمان مجنوں خاکستر کے ایک ڈھیر پر بیٹھے اپنی پوستین کو پیوند لگا رہے تھے آپ دیر تک وہاں کھڑے رہے ان کا سایہ لقمان پر پڑ رہا تھا۔ پیوند لگانے سے فرصت ملی۔ تو لقمان نے فرمایا کہ اے ابوسعید میں نے "تم کو اس پیوند کے ساتھ ٹانک دیا۔ اس کے بعد ان کا ہاتھ پکڑ کر شاہ ابوالفضل کی خانقاہ میں لے گئے اور کہا کہ ابوسعید کو سنبھالئے۔ جب تک آپ کی زندگی ہے۔ یہ آپ کی خدمت میں رہے گا۔ اسی دن سے شیخ ابوسعید ان کے حلقۂ

ارادت میں شامل ہو گئے۔

ایک دفعہ اپنے مرشد طریقت سے اجازت حاصل کرکے فقیہہ خواجہ بوعلی کے درس میں شامل ہوئے۔ آیہ کریمہ "قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون" (یعنی کہہ دے اے رسول صلعم صحیح تعلیم اور ہدایت دینے والا اللہ ہے اور پھر ان کو چھوڑ دے کہ اپنی مصروفیتوں اور کھیل کود میں لگ جائیں) کا درس تھا۔ آپ پر اس آیہ کے سنتے ہی وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ خواجہ دیکھ کر تاڑ گئے اور پوچھا رات کہاں تھے۔ آپ نے عرض کیا۔ پیر ابوالفضل کی خدمت میں۔ خواجہ نے فرمایا اب وہیں جاؤ اور ان کے درس کو چھوڑ کر یہاں آنا تمہارے لئے حرام ہے۔ حیران و پریشان ہو کر پیر کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا ؎

مستک شدہ ہمی ندانی پس و پیش
ہاں گم نکنی تو ایں سر رشتہ خویش

شیخ ابوالفضل کے وصال کے بعد آپ شیخ ابوالعباس آملی کی خدمت میں گئے۔ ایک روز فصد کی وجہ سے پیر طریقت کے کپڑے خون میں تر ہو رہے تھے۔ شیخ ابوسعید نے اپنے کپڑے پیش کئے اور رات ہی کو وہ کپڑے دھو کر اور سکھا کر حاضر کئے۔ شیخ ابوالعباس نے فرمایا یہ تم پہن لو۔ اس کے ایک سال بعد مرشد طریقت نے ان کو وطن مالوف مہنہ کی طرف رخصت کیا جہاں وہ مدت العمر لوگوں کے ارشاد و تربیت

میں مصروف رہے۔

شیخ بو علی سینا آپ کے معاصر تھے ان سے اور شیخ سے اکثر مراسلت رہتی تھی۔ شیخ بو علی مشکل مسائل ان سے دریافت کرتے تھے اور وہ جواب دیتے تھے۔ یہ مراسلات آج بھی موجود ہیں۔ ایک دفعہ دونوں میں ملاقات کا اتفاق ہوا۔ انقضائے ملاقات کے بعد آپ نے فرمایا۔ اس کے معلومات ہمارے مشاہدات ہیں۔ اور بو علی نے کہا۔ ان کے مشاہدات ہمارے معلومات ہیں۔

آخر چہارم شعبان ۴۴۰ھ کو آپ نے ۸۳ برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

تبصرہ

"فارسی شاعری اس وقت تک قالب بیجان تھی، جب تک اس میں تصوّف کا عنصر شامل نہیں ہوا تھا۔ شاعری اصل میں اظہار جذبات کا نام ہے۔ تصوّف سے پہلے جذبات کا سرے سے وجود ہی نہ تھا۔ قصیدہ مدّاحی اور خوشامد کا نام تھا۔ مثنوی واقعہ نگاری تھی غزل زبانی باتیں تھیں۔ تصوّف کا اصلی مایۂ خمیر عشق حقیقی ہے۔ جو سرتاپا جذبہ و جوش ہے۔ عشق حقیقی کی بدولت مجازی کی بھی قدر ہوئی اور اس آگ نے تمام سینہ و دل گرما دئے۔ اب زبان سے جو کچھ نکلتا تھا گرمی سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ ارباب دل ایک طرف اہل ہوس کی باتوں میں بھی تاثیر آ گئی"۔

فارسی شاعری میں سب سے پہلے صوفیانہ خیالات شیخ ابوسعید نے ادا کئے۔ اس زمانہ تک تصوّف کے حقائق و مسائل شاعری سے آشنا نہیں ہوئے تھے۔ صرف عشق اور محبت کے جذبات تھے۔ لیکن چونکہ ان کا مرجع عشق حقیقی تھا اس لئے تصوّف کا رنگ جھلکتا ہے۔

شیخ ابوسعید عشق حقیقی کے نشہ سے سرشار تھے ابتدائی حال

میں ۱۴ برس تک مجذوب رہے۔ سلوک میں آئے تب بھی جذب کا اثر باقی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا تمام کلام عشق حقیقی کے پاکیزہ جذبات سے لبریز ہے۔ مثلاً ؎

دل جز رہ عشق تو نپوید ہرگز　　جز محنت و درد تو نجوید ہرگز
صحرائے دلم عشق تو شورستاں کرد　　تا مہر کسے دراں نروید ہرگز

یعنی دل تیرے عشق کے سوا اور کسی راستے پر نہیں چلتا اور تیرے عشق کے درد و غم اور مصائب و شدائد کے سوا کسی چیز کا متلاشی نہیں۔ تیرے عشق نے میرے دل کے صحرا کو شورہ زار بنا دیا تاکہ تیرے سوا کسی اور کی محبت اس میں پیدا نہ ہو۔

در کوئے خودم منزل و ماوی دادی　　در بزم وصال خود مرا جا دادی
القصہ بصد کرشمہ و ناز مرا　　عاشق کردی و سر بصحرا دادی

تو نے اپنے کوچے میں مجھ کو جائے پناہ دی اور اپنی بزم وصال میں مجھے جگہ عنایت فرمائی۔ القصہ تو نے بصد ناز و انداز مجھ کو عاشق کر کے آوارۂ دشت جنوں کر دیا۔

اے کردہ غمت غارت ہوش دل ما　　درد تو شدہ خانہ فروش دل ما
رندی کہ مقدساں ازو محرومند　　عشق تو مرا گفت بگوش دل ما

اے معشوق! تیرے غم عشق نے میرے دل کے ہوش و حواس کو غارت کر دیا اور تیرے درد عشق نے میرے خانہ دل کو تباہ و برباد کر دیا۔ تیرے عشق نے میرے دل کو اس رندی کے راز سے آگاہ کر دیا جس سے مقدس

لوگ محروم ہیں۔

اے دل ہمہ خوں شوی شکیبائی چیست　　وی جاں بدآئینہ رعنائی چیست

اے دیدہ چہ مردمیت شرمت بادا　　نادیدہ بجال دوست بینائی چیست

ولہ

یار آمد و گفت خستہ میدار دلت　　دایم بامید بستہ می دار دلت

مارا بہ شکستگاں نظرہا باشد　　مارا خواہی شکستہ میدار دلت

اقبال رح نے خوب کہا ہے ؎

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئنہ ہے وہ آئنہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئنہ ساز میں

وحدت وجود (ہمہ اوست) :-

"یہ مسئلہ صوفیانہ شاعری کی روح وروان ہے۔ صوفیانہ شاعری میں جو ذوق و شوق، سوز و گداز، جوش و خروش، زور و اثر ہے سب اسی بادۂ مرد افگن کا فیض ہے۔ اس خیال کی ابتدا عشق حقیقی کے استیلا سے ہوئی یعنی ارباب عرفان پر جب نشۂ محبت کا غلبہ ہوتا تھا۔ تو ان کو معشوق حقیقی (صانع کل) کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا اس کو وحدت شہود (ہمہ از وست) کہتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ یہ خیال وحدت وجود کی حد تک پہنچ گیا۔ یعنی در حقیقت خدا کے سوا اور کوئی چیز سرے سے موجود ہی نہیں۔ یا یوں کہو کہ جو کچھ موجود ہے سب خدا ہی ہے۔ جو کچھ ہے ایک ہی ذات ہے۔ اور موجودات خارجیہ سب اسی

کے شئونات ہیں۔

شیخ ابو سعیدؒ نے بھی عشق حقیقی کے غلبہ و استیلا کی وجہ سے وحدت وجود کے متعلق بہت کچھ کہا ہے۔ بلکہ ان کی رباعیات کا زیادہ حصہ اسی مسئلہ پر مشتمل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

بحریست وجود جاوداں موج زناں　　زاں بحر ندیدہ غیر موج اہل جہاں
از باطن بحر موج بیں گشتہ عیاں　　بر ظاہر بحر و بحر در موج نہاں

بنگر بجہاں سرّ الٰہی پنہاں　　چوں آب حیات در سیاہی پنہاں
پیدا آمد ز بحر ماہی انبوہ　　شد بحر در انبوہی ماہی پنہاں

چوں حق بتفاصیل شئوں گشت عیاں　　مشہود شد ایں عالم پر سود و زیاں
گر باز روند عالم و عالمیاں　　بار تبۂ اجمال حق آیند نہاں

بر شکل بتاں رہزن عشاق حق است　　لا بلکہ عیاں در ہمہ آفاق حق است
چیزے کہ بود ز روئے تقیید جہاں　　واللہ کہ ہماں ز وجہ اطلاق حق است

اختلاف مذاہب :-

کسی نے خوب کہا ہے ؎

در حیرتم کہ دشمنیٔ کفر و دیں چرا ست
از یک چراغ کعبہ و بتخانہ روشن است

شیخ ابو سعیدؒ فرماتے ہیں ؎

اے مقصد خورشید پرستاں رویت
محراب جہانیاں خم ابرویت
سرمایۂ عیش تنگ دستاں دہنت
سر رشتۂ دلہائے پریشاں مویت

زنار پرست زلف عنبر بویت
محراب نشین گوشۂ ابرویت
یارب تو چہ کعبۂ کہ باشد شب و روز
روئے دل کافر و مسلماں سویت

حاصل یہ کہ اختلاف مذاہب کی بنا پر باہم برسرپیکار رہنا نادانی اور تنگ نظری ہے کیونکہ "مختلف رستے ہیں لیکن سب کی منزل ایک ہے"۔ ہر شخص اپنے طریقے کے مطابق اسی معبودِ حقیقی کا پرستار ہے۔ ہاں قابل توجہ یہ امر ہے کہ ؎

گر سبحۂ صد دانہ شماری خوب است
ور جام مے از کف نگذاری خوب است
گفتی چہ کنم چہ تحفہ آرم بر دوست
بے درد میا ہر آنچہ آری خوب است

الحاصل شیخ ابو سعید ابوالخیر کا تمام کلام نہایت ہموار ہے۔

عشق حقیقی اور وحدت وجود کے خیالات کو نہایت سادہ اور پرسوز
طریقے سے ادا کیا گیا ہے۔ تصوف کے دقیق مسائل اور اصطلاحات
سے ان کا کلام کلیتہً پاک ہے۔ جن چند رباعیات میں اصطلاحات کا
استعمال ہوا ہے۔ وہ مولانا جامی کی ہیں ورنہ شیخ کے زمانہ میں
فارسی شاعری ان سے آشنا نہ تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الف

(۱)

باز آ، باز آ، ہر آنچہ ہستی باز آ　　گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست　　صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

کافر۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے انکار کرنے والا ؃

گبر۔ آتش پرست ؃　نومیدی۔ ناامیدی، مایوسی ؃

ذات باری اپنے گنہگار بندے کو مخاطب کرکے گویا ہے کہ باز آ اگرچہ تو کافر ہے یا گبر یا بت پرست، جو کچھ بھی ہے باز آ۔ یہ ہماری بارگاہ مایوسی و نومیدی کی بارگاہ نہیں۔ اگر تو نے سو بار توبہ کرکے توڑ دی ہے تو بھی ایک بار پھر ہماری بارگاہ کی رجوع کر کیونکہ ہماری "بہانہ جو" رحمت کی وسعتیں تجھے اپنے آغوش میں چھپا لینے کے لئے

بتیاب ہیں۔
گناہ و لغزش کا مادہ انسان کی فطرت ہی میں مرکوز ہے آدمی بار بار گناہ کرتا ہے لیکن جب بھی وہ اپنی سیئات اعمال سے آگاہ اور نادم ہو کر صدقِ قلب کے ساتھ رجوع الی الحق کرتا ہے تو ربّ العزت عزّ اسمہٗ اسے اپنی بارگاہ مغفرت سے واپس سے نو مید واپس لوٹنے نہیں دیتا
خوش گفت آنکہ گفت ؎
موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے
چنانچہ قرآن مجید میں اسی کے متعلق ارشاد ہوا ہے :-
لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً - انہ ہو الغفور الرحیم - اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہو - تحقیق اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخشنے والا غفور رحیم ہے -

(۲)

نسیما جانب بستاں گذر کن بگو آں نازنیں شمشاد ما را
بہ تشریف قدوم خود زمانے مشرف کن خراب آباد ما را

نازنین شمشاد - بلند قامت محبوب ٭ تشریف - شرف و عزت بخشنا ٭ زمانے - تھوڑی دیر کے لئے ٭ خراب آباد - ویران خانہ ٭

اے نسیم! تو باغ کی طرف جا اور ہمارے اس شمشاد قد محبوب سے کہہ کہ کبھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے ہمارے ویران خانہ کو بھی مشرف اندوز کرے (شعراء اکثر ہوا سے قاصد کا کام لیا کرتے

ہیں۔

(۳)

خداوندا بگردانی بلا را ازیں آفت نگہداری تو ما را
بحق آں دو گیسوئے محمد زبوں گرداں زبردستان ما را

بلا۔ مصائب دنیوی یا خطرات جو سالک کو راہ طریقت میں پیش آتے ہیں۔
زبردستاں۔ مراد اعدائے دنیاوی یا قوائے شہوانی و خواہشات نفسانی جو انسان کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ چنانچہ بزرگوں نے جہاد نفس کو جہاد اکبر کہا ہے۔ زبوں۔ ذلیل و خوار۔

اے بار الٰہ! تو محمد مصطفیٰ صلعم کے دونوں گیسوؤں کی طفیل بلا کو ٹال دے۔ ہم کو اس آفت سے محفوظ رکھ اور ہمارے زبردستوں کو نیچا دکھا یعنی ان کی معاندانہ کوششوں سے ہمارے پائے استقامت میں تزلزل پیدا نہ ہو۔

(۴)

وافریادا ز عشق وافریادا کارم بیکے طرفہ نگار افتادا
گر داد من شکستہ دادا دادا ورنہ من و عشق ہرچہ بادا بادا

کار افتادن۔ پالا پڑنا۔ طرفہ۔ عجیب۔ نگار۔ معشوق۔
شکستہ۔ بدحال۔

عشق کے ہاتھوں سخت فریاد ہے کیونکہ میرا پالا ایک عجیب سنگدل محبوب کے ساتھ پڑا ہے۔ اگر اس نے میری شکستگی کی داد دی تو فبہا۔

.. نہیں ہونگا اور عشق جو ہو سو ہو (و افریاد اکی تکرار تاکید کا فائدہ دیتی

گئی ہے)

(۵)

یارب بہ محمد و علی و زہرا یارب بہ حسین و حسن، آل عبا

از لطف برآر حاجتم در دو سرا بے منت خلق یا علی الاعلیٰ

آل عبا ۔ مراد پنجتن پاک ۔

اے پروردگار! اے ربّ الاعلیٰ! حضرت محمد صلعم، علی کرم اللہ وجہہٗ، زہرا رضی اللہ عنہا اور حسین و حسن رضی اللہ عنہما یعنی آل عبا کے صدقہ دونوں جہان میں اپنے لطف و کرم سے میری مراد پوری کر۔ اس طرح کہ مجھے کسی مخلوق کا زیر بار احسان ہونا نہ پڑے ۔

(۶)

اے دلبر ما مباش بے دلبر ما یک دلبر ما بہ از صد دلبر ما

نہ دلبر ما نہ دلبر اندر بر ما یا دلبر ما فرست یا دلبر ما

مصرع اوّل ۔ ۱۔ دلبر۔ پہلو میں رہنے والا دل ۔ ۲۔ محبوب ۔

〃 دوم ۔ ۱۔ محبوب ۔ ۲۔ پہلو میں رہنے والا دل ۔

〃 سوم ۔ ۱۔ پہلو میں رہنے والا دل ۔ ۲۔ محبوب ۔

〃 چہارم ۔ ۱۔ محبوب ۔ ۲۔ پہلو میں رہنے والا دل ۔

اے ہمارے پہلو میں رہنے والے دل! تو محبوب کے بغیر مت رہ کیونکہ ہمارا ایک محبوب ایسے سینکڑوں سے جو پہلو میں رہتے ہیں بہتر ہے ۔

(لیکن اب) نہ تو ہمارا دل ہی پہلو میں ہے اور نہ محبوب ہی ہماری بغل میں ہیں (لہٰذا ایجد او نذ قدوس) یا تو ہمارے محبوب کو بھیج دے یا کم از کم ہمارے دل ہی کو ہمارے پہلو میں بھیج دے - (تاکہ عشق و فراق کی چیرہ دستیوں سے نجات حاصل ہو) -

(۷)

منصور حلّاج آں نہنگ دریا کز پنبہ تن دانۂ جاں کرد جدا
روزیکہ انا الحق بزباں مے آورد منصور کجا بود خدا بود خدا

منصور ـ حسین بن منصور ۔ ان کی کنیت ابوالمغیث ہے شہر بیضا کے باشندے عمر بن عثمان مکی کے شاگرد اور حضرت جنید بغدادی کے صحبت یافتہ تھے جب مقام فنا فی اللہ میں پہنچے تو اکثر از خود رفتہ ہو کر انا الحق پکار اٹھتے تھے اسلئے اہل ظاہر نے فتوائے شریعت کے مطابق انہیں سولی پر چڑھا دیا۔

حلّاج ـ دھنیا منصور کا پیشہ حلاجی نہ تھا ۔ ان کا ایک دوست دھنیا تھا ۔ جب آپ اسے کسی کام کے لئے کہیں بھیجتے تو خود انگلی کے اشارے سے اس کا کام انجام دیتے ۔ اس لئے حلّاج مشہور ہو گئے ۔

نہنگ ـ مگرمچھ ۔ پنبہ ـ روئی ۔ دانہ ـ مراد پنبہ دانہ ـ بنولہ ۔
انا الحق ـ میں خدا ہوں ۔

منصور حلّاج ، وہ دریائے وحدت کا نہنگ جس نے جسم کی روئی سے جان کے بنولہ کو جدا کر دیا ۔ جس روز وہ انا الحق کا دعویٰ کرتا تھا ۔ منصور کہاں تھا وہ تو خدا ہی تھا ۔

(۸)

من دوش دعا کردم و با دو آمینا   تا بشود آں دو چشم بادامینا
از دیدهٔ بدخواه ترا چشم رسید   در دیدهٔ بدخواه تو بادامینا

مصرع اول - با دو آمینا - ہوا آمین کہہ رہی تھی -

" دوم - بادامینا - یعنی بادامیں - بادام سا - آنکھ کو بادام سے تشبیہ دیتے ہیں -

" چہارم - بادامینا - مینا یعنی شیشہ یعنی شیشہ کی طرح پھوٹ جائیں
چشم رسیدن - نظر بد لگنا - صدمہ پہنچنا -

میں کل رات دعا کر رہا تھا اور ہوا آمین کہہ رہی تھی تاکہ محبوب کی بادام سی آنکھیں اچھی ہو جائیں - اے محبوب! تجھے دشمن کی نظر بد سے صدمہ پہنچا ہے - خدا کرے تیرے بدخواہ کی آنکھیں پھوٹ جائیں -

(۹)

اے گروہ عصمت غارت ہوش دل ما   ورد تو شدہ خانہ فروش دل ما
رندی کہ مقدساں از و محروم اند   عشق تو مرا گفت بگوش دل ما

رندی - مجذوبیت عشق کو رندی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ سالک مجذوب سے عالم وارفتگی میں اکثر ایسی حرکات سرزد ہوتی ہیں جنکو اہل ظاہر خلاف شریعت خیال کرتے ہیں - لیکن دراصل وہ ان حقائق کے ادراک سے قاصر ہوتے ہیں ؛

مقدساں - مراد اہل شریعت وغیرہ -

اے محبوب! تیرے غم عشق نے میرے دل کے ہوش و حواس کو غارت کر دیا۔ اور تیرے درد محبت نے میرے دل کے گھر کو بیچ ڈالا (برباد کر دیا) جس رندی سے مقدس اور پاکیزہ لوگ محروم ہیں، تیرے عشق نے اس کا راز میرے کان میں پھونک دیا۔

(۱۰)

در دیدہ بجائے خواب آبست مرا   زیرا کہ بدیدنت شتابست مرا
گویند بخواب تا بخوابش بینی   اے بیخبراں چہ جائے خوابست مرا

میری آنکھوں میں نیند کے بجائے آنسو ہیں کیونکہ مجھے تیرے دیدار کی بڑی عجلت ہے۔ مجھے کہتے ہیں کہ تو سو رہ تاکہ اس (محبوب) کو خواب ہی میں دیکھ لے۔ مگر اے بیخبرو! یہ میرے سونے کا کونسا موقع ہے۔

(۱۱)

تا در رسید چشم خونخوار تو را   خواہم کہ کشد جان من آزار تو را
یارب کہ ز چشم زخم دوران ہرگز   دردے نرسد نرگس بیمار تو را

آزار کشیدن۔ دکھ اٹھانا ٭ چشم زخم۔ نظر بد ٭

جب سے تیری خونخوار آنکھ درد میں مبتلا ہے میں چاہتا ہوں کہ تیرا آزار میری جان کو لگ جائے۔ خدا کرے کہ زمانہ کی نظر بد سے تیری نرگس بیمار کو کوئی دکھ نہ پہنچے۔

(۱۲)

مہمان تو خواہم آمدن جانانا — بتوانی کن زحاسداں پنہانا

خالی کن ایں خانہ زلیں مہمانا — باماکس را بجانہ در منشانا

منشانا۔ نشاندن مصدر سے فعل نہی کا صیغہ ہے۔ بٹھانا ؎

اے محبوب! میں چاہتا ہوں کہ تیرا مہمان ہوں اگر ہو سکے۔ تو مجھے حاسدوں کی نظر سے پوشیدہ رکھنا۔ اس گھر کو مہمانوں کے ہجوم سے خالی کر اور گھر میں ہمارے ساتھ کسی اور کو نہ بٹھانا۔

(۱۳)

آں رشتہ کہ قوت روانست مرا — آرائش جان ناتوانست مرا

بر لب چو کشی جاں کشدم از پئے آں — پیوند چو بارشتۂ جانست مرا

وہ رشتہ جو میری روح کی قوت اور جان ناتواں کی آرائش ہے۔ اگر تو اسے لب پر کھینچ لائے تو میری جان بھی ساتھ ہی نکل جائیگی۔ کیونکہ اس کا اتفاق میرے رشتۂ جان کے ساتھ ہے۔

مطلب یہ کہ مجھے محبوب حقیقی کے ساتھ جو تعلق ہے جان اسی کی وجہ سے قائم ہے اگر اس تعلق کا انقطاع ہو جائے تو جان بھی نکل جائے اور میری زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(۱۴)

تاچند کشم غصۂ ہر ناکس را — وز خست دون فلک شوم ہر خس را

کارم بدعا چو برنمی آید راست — وادم سہ طلاق ایں فلک اطلس را

ناکس - کمینہ، نالائق، فرومایہ ٭ خسّت - کمینہ پن ٭

خس - مراد ذلیل لوگ ٭

سہ طلاق - طلاق مغلظ - مراد انقطاع کلّی ٭

فلک اطلس نیلگوں آسمان - مشرقی شاعری میں ستاروں کی نحوست اور سعادت کے اعتبار سے آسمان ہی کو تمام آفات و بلیات کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے میں کب تک ہر ذلیل آدمی کے غصّہ کو برداشت کروں اور اپنی ذلت و رسوائی کے باعث ہر کمینہ آدمی کے سامنے خوار ہوتا رہوں - جب دعا سے بھی میرا کام بنتا نظر نہیں آتا تو میں نے اس نیلگوں آسمان کو طلاق مغلّظ دیدی یعنی سفلہ نواز دنیا سے قطع تعلق کر کے قناعت اختیار کر لی -

(۱۵)

ہر گہ بینی دو سہ سرگرداں را　عیب رہ مرداں نتواں کرداں را
تقلید دو سہ مقلّد بے معنی　بدنام کند رہ جواں مرداں را

مقلّد - تقلید کرنیوالا ٭ جوانمرداں - مراد محققین و مجتہدین ٭

جب تو چند سرگرداں آدمیوں کو دیکھے تو ان کی حالت پر قیاس کرتے ہوئے مردان خدا کے طریق کی عیب جوئی نہ کر - کیونکہ چند بے معنی مقلّدوں کی تقلید محققین و مجتہدین کے مسلک کو بھی بدنام کر دیتی ہے -

(۱۶)

دنیا جم را و قیصر و خاقاں را　تسبیح ملک را و صفا رضواں را
دوزخ بدرا بہشت مر نیکاں را　جاناں ما را و جان ما جاناں را

دنیا جمشید، قیصر اور خاقان کے لئے ہے۔ تسبیح فرشتوں کے لئے
اور صفائی رضواں کے واسطے۔ دوزخ گنہگاروں کے لئے اور بہشت نیکوں
کے واسطے۔ لیکن مجذوب ہمارے لئے اور ہماری جان محبوب کے لئے۔

(۱۷)

وصل تو کجا و من مہجور کجا　　دردانہ کجا و حوصلۂ مور کجا
ہر چند ز سوختن ندارم باکے　　پروانہ کجا و آتش طور کجا

حوصلہ ۔ پیٹا ۔ موتی کا دانہ چیونٹی کے پوٹے میں نہیں سما سکتا ؛

پروانہ ۔ مراد انسان ؛ آتش طور ۔ انوار ربانی ؛

کہاں تیرا وصل اور کہاں میں ہجراں نصیب ۔ کہاں موتی کا دانہ اور
کہاں چیونٹی کا حوصلہ ۔ اگرچہ میں جل جانے سے خوفزدہ نہیں ۔ مگر پھر بھی
کہاں پروانہ اور کہاں آتش طور ۔

کوہ طور کا واقعہ مشہور ہے جب حضرت موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر
اس کے نظارۂ جمال کی تاب نہ لا سکے تو پھر عامۃ الناس کا ذکر ہی کیا۔

ب

(۱۸)

برتافت عناں مہجوری از جان خراب　　شد مہجور کباب حلقۂ چشم از تب و تاب
دیگر چو عناں نہ پیچم از حکم تو سر　　گر دولت پابوس تو یابم چو رکاب

عناں برتافتن ۔ باگ موڑ لینا، توجہ پھیر لینا ؛

عنان پیچیدن ۔ سرکشی کرنا ؂

اس خراب و خستہ جان کے ہاتھ سے صبر و استقامت کی باگ چھوٹ گئی اور حلقہ چشم رنج انتظار کے باعث رکاب کے مانند ہو گیا ہے اگر رکاب کی طرح میں بھی تیری دولت پابوسی سے بہرہ اندوز ہو جاؤں ۔ تو پھر عنان کی مانند کبھی تیرے حکم سے سرتابی نہ کرونگا ۔

(۱۹)

از چرخ فلک گردش یکساں مطلب وز دور زمانہ عدل سلطاں مطلب
رو تنے بہیچ کہ در جہاں خواہی بود آزار دل ہیچ مسلماں مطلب

تو گردش افلاک سے یکساں (دلخواہ) رفتار کی امید نہ رکھ اور دور زمانہ سے سلطان کے عدل کی تمنا نہ کر ۔ (بلکہ کوشش کر) کہ اس چند روزہ دنیاوی زندگی میں کسی مسلمان کا دل تیرے ہاتھوں نہ دکھے ۔

(۲۰)

گہ میگردم بر آتش ہجر کباب گہ سر گردان بہ بحر غم ہمچو حباب
القصہ چو خار و خس درین دیر خراب گہ بر سر آتشم گہے بر سر آب

کبھی تو میں ہجر کی آگ پر کباب کی طرح بھن رہا ہوں اور کبھی غم کے سمندر میں حباب کے مانند سرگرداں پھرتا ہوں ۔ القصہ اس دیر خراب (دنیا) میں خار و خس کی مانند کبھی تو آگ پر ہوں اور کبھی پانی پر (یعنی ہمیشہ مصائب و آلام میں مبتلا ہوں) ۔

(۲۱)

کارم ہمہ نالہ و خروشست امشب　　نی صبر بجاست و نہ ہوشست امشب
دوشم خوش بود ساعتے پنداری　　کفّارۂ خوشدلی دوشست امشب

کفّارہ - بدلہ ؛ دوش - کل رات ؛

آج رات میرا تمام کام (محض) نالہ و خروش ہے۔ نہ تو صبر ظاہر ہے اور نہ ہی ہوش بجا ہیں کل رات میری ایک ایک گھڑی اچھی گزر گئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج اس دوشینہ خوشی کا عوض مل رہا ہے۔

(۲۲)

اے آئینہ حسن تو در صورت زیب　　گرداب ہزار کشتی صبر و شکیب
ہر آئینہ کہ غیر حسن تو بود　　خواند خردش سراب صحرائے فریب

شکیب - صبر ؛ ہر آئینہ - مراد دنیاوی دلفریب اشیاء ؛

سراب - ریگستان میں سورج کی شعاعیں ذرّوں پر پڑتی ہیں۔ تو ان کی چمک سے دھوکا ہوتا ہے کہ صاف و شفاف پانی بہہ رہا ہے - لیکن فی الحقیقت وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا - پیاسے ہرن اس کے پیچھے دوڑتے ہیں اور آخر کار وہ لُو دھوپ میں مر جاتے ہیں ؛

اے محبوب! تیری صورت زیبا کی وجہ سے تیرے حسن کا آئینہ صبر و شکیبائی کی ہزاروں کشتیوں کے لئے گرداب ہے ہر آئینہ جو تیرے حسن کے سوا ہو عقل اسے صحرائے فریب کے نام سے تعبیر کرتی ہے۔

ت

(۲۳)

دور از تو فضائے دہر بر من تنگست　　دارم دلکی کہ زیر صد من سنگست
عمریست کہ مدتش زماں را عارست　　جانیست کہ بردنش اجل را ننگست

تیری جدائی میں فضائے دہر اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہے میرے سینے میں ایک ایسا دل ہے جو سینکڑوں من پتھر کے بوجھ کے نیچے دبا ہوا ہے۔ میری عمر ایسی ہے جس کی مدت زمانہ کے لئے باعث شرم ہے اور میری جان ایسی ہے کہ موت کو بھی اس کے لے جانے سے عار ہے۔

(۲۴)

آنرا کہ قضا ز خیل عشاق نوشت　　آزاد ز مسجد است و فارغ ز کنشت
دیوانۂ عشق را چہ ہجراں چہ وصال　　از خویش گذشتہ را چہ دوزخ چہ بہشت

جس کو قضا و قدر نے زمرۂ عشاق میں لکھا وہ مسجد و بتخانہ سے آزاد و فارغ ہے دیوانۂ عشق کے لئے ہجر و وصال یکساں ہے۔ جو شخص اپنی ہستی سے گذر گیا ہو۔ اس کے لئے دوزخ کیا اور بہشت کیا (دونو برابر ہیں)۔

(۲۵)

اے دل ہمہ خوں شوی شکیبائی چیست　　وے جاں بدر آ ہمہ رعنائی چیست
اے دیدہ چہ مردمیست شرمت بادا　　نادیدہ جمال دوست بینائی چیست

اے دل ! تو سراپا خون ہو جا صبر و شکیبائی کیا ہے اور اے جان ! باہر نکل یہ اترانا کیسا ہے ۔ اے آنکھ ! یہ کیا مردانگی ہے ۔ تجھے شرم کرنی چاہیئے جب دوست کا حال نہیں دیکھا تو بینائی سے فائدہ ۔

(۴۶)

دل عادت و خوی جنگجوی تو گرفت   جاں گوہر ہمت سر کوی تو گرفت
گفتم بخط تو جانب ما را گیر   اینہم طرف روی نکوی تو گرفت

خط ۔ سبزۂ رخسار ۔ گوہر ہمت ۔ استقامت فی العشق مراد ہے ۔

دل نے تیری جنگجوئی کی عادت اختیار کر لی اور جان نے تیرے کوچے میں گوہر ہمت حاصل کیا ۔ میں نے تیرے خط سے کہا کہ ہماری طرفداری کر مگر وہ بھی تیرے ہی خوبصورت چہرے کا طرفدار ہو گیا ۔ یعنی ہمیں امید تھی کہ خط نمودار ہونے کے بعد تیرا غرور حسن کم ہو جائیگا اور تو ضرور ہماری طرف مائل ہوگا لیکن خط بھی تیرا ہی طرفدار نکلا یعنی اس سے تیرے چہرے کی رونق دو بالا ہو گئی اور تیرے غرور حسن کو افزوں کر دیا ۔

(۴۷)

گفتار نکو دارم و کردارم نیست   از گفت نکو بے عمل عارم نیست
دشوار بود کردن و گفتن آسان   آساں بسیار ہیچ دشوارم نیست

باتیں تو چکنی چپڑی کرتا ہوں مگر عمل کچھ بھی نہیں ! اس پر طرہ یہ کہ اپنی بے عمل باتوں پر شرمسار بھی نہیں ہوتا ۔ (عمل کرنا دشوار ہوتا ہے اور باتیں بنانا آسان ۔ میرے پاس آسانیاں (گفتار) تو بہت ہیں مگر دشوار

(عمل) کچھ بھی نہیں ہے۔

(۲۸)

اے خواجہ ترا غم جمالی ما ہست اندیشہ باغ و راغ و خرمن گا ہست
ما سوختگان عالم تجریدیم مارا غم لا الہ الا اللہ است

خواجہ۔ مالک و آقا۔ مراد دنیا دار۔ راغ۔ سبزہ زار۔
خرمن۔ کھلیان۔ غلّہ کا ڈھیر۔
عالم تجرید۔ وہ زندگی جس میں سالک کو ماسوی سے کوئی علاقہ نہ ہو۔
اے خواجہ! تجھے کسی معشوق کے حسن و جمال کا غم ہے۔ اور باغ و سبزہ زار اور کھلیان کی فکر ہے۔ مگر ہم عالم تجرید کے جلے ہوئے ہیں۔ اسلئے ہمیں محض لا الہ الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) کا غم ہے۔
مطلب یہ کہ ہم ماسوی کو دل سے محو کر کے وحدت بحت کے مشاہدہ میں مستغرق ہو چکے ہیں اس لیے وہ تمام دلفریب اشیاء اور آسائش و معاش کے سامان جو اہل دنیا کی نگاہوں کو خیرہ کر دیتے ہیں اور حجاب ہو کر رہ گئے ہیں ہمارے لئے موثر نہیں ہو سکتے۔

(۲۹)

گویند دل آئینہ آئین عجب است در روئے رخ شاہدان خود بین عجب است
در آئینہ روئے شاہدان نیست عجب خود شاہد و خود آئینہ ایں عجب است

شاہد۔ معشوق۔ آئین۔ طرز و روش۔ خود بیں۔ مغرور۔
آئینہ۔ چونکہ تزکیہ و تصفیہ کی بدولت انوار ربانی کا مشاہدہ دل

میں ہوتا ہے اس لئے اسے آئینہ کہتے ہیں ۔

کہتے ہیں کہ دل ایک عجیب طرز کا آئینہ ہے اور اس میں خود ہی معشوقوں کا چہرہ نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے ۔ آئینہ میں معشوقوں کا چہرہ نظر آتا جائے تعجب نہیں بلکہ تعجب خیز یہ امر ہے کہ وہ خود ہی معشوق ہے اور خود ہی آئینہ ۔ (شاہد و آئینہ فی الحقیقت ایک ہیں) ۔

(۳۰)

بر شکل بتاں رہزن عشاق حق است   لابلکہ عیاں در ہمہ آفاق حق است
چیزے کہ بود ز روئے تقلید جہاں   واللہ کہ ہماں ز وجہ اطلاق حق است

بتوں کی شکل میں عشاق کے دین و دل کو غارت کرنیوالا حق تعالیٰ ہی ہے ۔ نہیں بلکہ تمام عالم آفاق میں اسی کا ظہور ہے ۔ ہر چیز جو تعیّن و تقیّد کی رو سے جہان میں معین و مقید ہے ۔ خدا کی قسم از روئے اطلاق وہ حق ہی ہے ۔

(۳۱)

در ہجر ایم قرار می باید و نیست   آسائش جان زار می باید و نیست
سرمایہ روزگار می باید و نیست   یعنی کہ وصال یار می باید و نیست

ہجر میں ہم کو صبر و قرار چاہیے مگر نہیں ہے اور اس جان حزیں کو آسائش و آرام کی ضرورت ہے مگر وہ بھی حاصل نہیں ۔ سرمایۂ روزگار کی حاجت ہے مگر نصیب نہیں ۔ یعنی کہ وصال یار درکار ہے ، مگر میسر نہیں ۔

(۳۲)

روزم بغم جہان فرسودہ گزشت　　شب در ہوس بودہ و نابودہ گزشت
عمرے کہ ازو دمے جہانے ارزد　　القصہ بفکرہائے بیہودہ گزشت

میرا دن تو دنیائے ناپائدار کی فکر میں گزر گیا اور رات موجود و غیر موجود اشیاء کی حرص میں تمام ہو گئی۔ القصہ جس زندگی کی ایک ساعت کی قیمت یہ جہان ہو سکتا تھا وہ بیہودہ تفکرات میں بسر ہو گئی۔

(۳۳)

گریم زغم تو زار و گوئی زرق است　　چوں زرق بود کہ دیدہ در خوں غرق است
تو پنداری کہ جملہ دلہا دل تواست　　نہ نہ صنما میان دلہا فرق است

میں تیرے غم فراق کی وجہ سے زار و قطار روتا ہوں مگر تو اسے مکر کہتا ہے۔ اے محبوب! یہ مکر کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ میری آنکھیں تو خون میں ڈوبی ہوئی ہیں تو سمجھتا ہے کہ تمام دل تیرے ہی دل کی مانند ہیں۔ نہیں نہیں۔ اے محبوب دلوں میں فرق ہوتا ہے۔

(۳۴)

آنرا کہ فنا شیوہ و فقر آئین است　　نہ کشف و یقین نہ معرفت نہ دین است
رفت او زمیاں ہمیں خدا ماند خدا　　الفقر اذا تم ہو اللہ این است

فنا۔ وہ کیفیت جس میں ماسوا کے خیال کو لوحِ خاطر سے کلیتہً محو کر کے سالک اپنی ہستی کو بھی فراموش کر دیتا ہے۔

کشف۔ مشاہدۂ تجلیات کو کہتے ہیں۔

جس کسی کا شیوہ فنا اور دستور العمل فقر ہے وہ کشف و یقین اور معرفت و دین (مقامات) کا پابند نہیں ہوتا۔ وہ خود درمیان سے اٹھ جاتا ہے تو خدا ہی خدا باقی رہ جاتا ہے۔ الفقر اذا تم ہو اللہ (فقر جب تمام ہو جاتا ہے تو اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے) اسی کو کہتے ہیں۔

(۳۵)

کردم توبہ شکستیش روز نخست   چوں بشکستم توبہ ام خواندی حیست
القصہ زمام توبہ ام در کف تست   یکدم نہ شکستہ اش گذاری نہ درست

میں نے توبہ کی تو نے پہلے ہی روز اسے توڑ دیا اور جب میں نے اسے توڑ دیا تو تو نے شد و مد کے ساتھ مجھے توبہ کی تلقین کی۔ القصہ میری توبہ کی باگ تیرے ہاتھ میں ہے۔ نہ تو اسے دم بھر شکستہ رہنے دیتا ہے اور نہ درست۔

(۳۶)

دنیا بمثل چو کوزۂ زرّین است   گہ آب درو تلخ گہے شیریں است
تو غرّہ مشو کہ عمر من چندین است   کیں اسپ اصیل مدام زیرزین است

غرّہ۔ مغرور ؛

دنیا ایک سنہری کوزے کے مانند ہے کبھی اس میں تلخ پانی ہوتا ہے اور کبھی شیریں۔ تو مغرور نہ ہو کہ میری عمر اس قدر ہے کیونکہ یہ اصیل گھوڑا ہمیشہ زین کے نیچے رہتا ہے۔

(۳۷)

تا در نرسد وعدۂ ہر کار کہ ہست   سودے ندہد یاری ہر یار کہ ہست
تا زحمت سرما و زمستاں نہ کشد   پر گل نشود دامن ہر خار کہ ہست

جب تک کسی کام کا مقررہ وقت نہ پہنچے۔ کسی یار و مددگار کی مدد و معاونت سود مند نہیں ہوتی۔ جب تک سردی و گرمی کی زحمت برداشت نہیں کرتا کسی کانٹے کا دامن پھولوں سے پُر نہیں ہوتا۔

کل امر مرہون باوقاتہا۔ کوئی کام اپنے وقت مقررہ سے پہلے نہیں ہوتا۔ کسی پودے کا بیج جب زمین میں بو یا جاتا ہے تو پہلے وہ ایک کانٹے کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ گرمی و سردی کی زحمت برداشت کرتا ہوا انتہائے کمال تک پہنچتا ہے اور اس میں پھول اور پھل نمودار ہوتے ہیں۔ اسی طرح کوئی آدمی جب تک دنیا کے سرد و گرم سہتا ہوا مدارج کمال کو طے نہیں کرتا نیل مرام سے محروم رہتا ہے اور اس کا نخل تمنا بارور نہیں ہوتا۔

(۳۸)

یا رب تو زما نہ را دلیلے بفرست   نمرود اں را اللہ چو پیلے بفرست
فرعونیگاں ہمہ زبردست شدند   موسیٰ و عصا و رود نیلے بفرست

نمرود۔ ایک کافر بادشاہ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا خدا نے دنیا میں اس کی سزا دی ایک مچھر ناک کے راستے اس کے دماغ میں چلا گیا۔ اور تنگ کرنا شروع کیا۔

فرعون ۔ مصر کا ایک بادشاہ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ حضرت موسیٰ مامور من اللہ ہو کر اس کے پاس آئے مگر وہ راہ راست پر نہ آیا۔ آخر کار موسیٰ بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے نکل کھڑے ہوئے فرعون نے تعاقب کیا۔ دریائے نیل کے کنارے پہنچے تو موسیٰ نے خدا کے حکم سے اپنا عصا مارا دریا میں راستہ پیدا ہو گیا اور وہ بنی اسرائیل سمیت پار پہنچ گئے فرعون بھی راستہ صاف دیکھ کر دریا میں چلا گیا اور اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔

اے خدا! تو زمانہ کے لئے کوئی راہنما بھیج دے اور ان نمرودوں کے لئے ہاتھی جیسا کوئی مچھر بھیج دے۔ فرعون سیرت لوگ چیرہ دست ہو رہے ہیں اس لئے تو حضرت موسیٰ اور عصا اور رود نیل بھیج دے۔

(۳۹)

آساں آساں ز خود اماں نتواں یافت ۔۔۔ ویں شربت شوق رائگاں نتواں یافت
زاں می کہ عزیز جان مشتاقان است ۔۔۔ یک جرعہ بصد ہزار جاں نتواں یافت

رائگاں ۔ مفت ❊ جرعہ ۔ گھونٹ ❊

اپنی خودی سے بآسانی نجات حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ شربت شوق یونہی دستیاب نہیں ہو سکتا ۔ وہ شراب جو مشتاقان جمال کے لئے عزیز ہے ۔ اس کا ایک گھونٹ ہزاروں جانوں کے عوض بھی نصیب نہیں ہو سکتا ۔

(۴۰)

از درد نشاں بدہ کہ در جان تو نیست
بگذر ز ولایتے کہ آں زان تو نیست

از بے خردی بود کہ با جوہریاں
لاف از گہرے زنی کہ در کان تو نیست

اس درد کا نشان نہ دے جو تیری جان میں نہیں ہے اور اس ملک کا ذکر نہ کر جو تیری ملکیت نہیں ہے کیسی حماقت ہے کہ تو جوہریوں کے سامنے ایسے موتی کے متعلق لاف زنی کرتا ہے جو تیری کان میں نہیں ۔

(۴۱)

چشمم ہمہ اشک گشت و جسمم بگریست
در عشق تو بے جسم ہمے باید زیست

از من اثرے نماند ایں گریہ ز چیست
چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

میری آنکھیں سراسر اشک بن گئیں اور میرا جسم (آنکھیں بن کر) رویا۔ تیرے عشق میں جسم کے بغیر زندہ رہنا چاہیئے ۔ میری ہستی کا تو نشان تک بھی باقی نہیں رہا پھر یہ گریہ وزاری کیوں ہے ۔ اور جب میں مجسم معشوق ہو گیا ہوں ۔ تو عاشق کون ہے ۔

مصرع اوّل ایک نسخہ میں اس طرح درج ہے ؎

جسمم ہمہ اشک گشت و چشمم بگریست

یہ نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے ۔ مطلب یہ کہ میری آنکھیں اس قدر روئیں کہ میرا تمام جسم آنسو ہو کر بہہ گیا ۔ یعنی محبوب حقیقی کے عشق میں کثرت گریہ کی وجہ سے خودی کا احساس مٹ گیا ۔

(۴۲)

تا پائے تو رنجہ گشت و با درد بساخت — مسکین دل رنجورِ من از درد گداخت
گویا کہ ز روزگار دردے دارد — ایں درد کہ در پائے تو خود را انداخت

جب سے تیرا پاؤں تکلیف زدہ ہو کر درد کرنے لگا ہے میرا مسکین اور رنجور دل درد سے گھل گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ درد بھی زمانہ کا ستایا ہوا ہے جب ہی تو تیرے پاؤں آپڑا ہے۔

(۴۳)

عشق تو بلائے جان درویش منست — بیگانہ نمی شود مگر خویش منست
گفتم سفرے کنم ز غم بگریزم — منزل بمنزل غم تو در پیش منست

تیرا عشق مجھ درویش کے لئے بلائے جان ہو گیا ہے اور بیگانہ (جدا) نہیں ہوتا شاید وہ میرے اقربا میں سے ہے۔ میں نے غم سے بھاگنے کے لئے سفر کی ٹھانی۔ مگر تیرا غم منزل بمنزل میرے آگے آگے موجود تھا۔

(۴۴)

زاں می خوردم کہ روح پیمانۂ اوست — زاں مست شدم کہ عقل دیوانۂ اوست
دودی بمن آمد و آتشے با من زد — زاں شمع کہ آفتاب پروانۂ اوست

میں نے وہ شراب پی ہے جس کا پیمانہ روح ہے اور اس (شراب) سے مست ہوا ہوں جس کے لئے عقل دیوانہ ہو رہی ہے۔ اس شمع کا دھواں مجھ تک آیا جس کا آفتاب بھی پروانہ ہے اور اس دھوئیں نے میرے تن بدن

(۴۵)

زنار پرست زلف عنبر بوئیت — محراب نشین گوشۂ ابروئیت
یارب تو چہ کعبہ کہ باشد شب و روز — روئے دل کافر و مسلماں سوئیت

(جو ہے) وہ تیری زلف عنبر بو کا زنار پرست ہے یا تیرے گوشۂ ابرو کا محراب نشین ہے سبحان اللہ! تو کیسا کعبہ ہے کہ شب و روز ہر کافر و مسلمان کے دل کا رخ تیری ہی جانب ہے (سب تیرے ہی مشتاق ہیں)۔

(۴۶)

با دل گفتم کہ اے دل احوال تو چیست — دل دیدہ پر آب کرد و بسیار گریست
گفتا کہ چگونہ باشد احوال کسے — کو را بمراد دیگرے باید زیست

میں نے دل سے دریافت کیا کہ اے دل تیرا کیا حال ہے دل آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور بہت رویا اور کہا کہ اس شخص کا حال کیا ہو سکتا ہے جس کو کسی دوسرے کی مراد کے موافق جینا پڑے۔

(۴۷)

اے مقصد خورشید پرستاں رویت — محراب جہانیاں خم ابرویت
سرمایۂ عیش تنگدستاں دہنت — سر رشتۂ دلہائے پریشاں مویت

تیرا چہرہ سورج دیوتا کے پجاریوں کا مقصود ہے اور تیرا خم ابرو اہل جہان کے لئے محراب ہے تیرا دہن تنگ دستوں کے عیش کا سرمایہ ہے اور تیرے گیسو پریشان دلوں کا سر رشتہ ہے۔

یعنی دنیا میں ہر شخص اپنے جداگانہ مسلک پہ گامزن ہے مگر دراصل

سب کا مقصود وہی ذات واحد ہے اور سب اسی کی کسی نہ کسی صفت سے
فدائے روح حاصل کر رہے ہیں۔

(۴۸)

غم عاشق سینہ بلا پرور ماست — خون در دل آرزو ز چشم تر ماست
ہاں غیر اگر حریف یا فی پیش آئی — کالماس بجائے بادہ در ساغر ماست

غم ہمارے بلا پرور سینہ کا عاشق ہے اور ہماری چشم تر کی وجہ سے آرزو کا دل خون ہو رہا ہے۔ اے رقیب! اگر تو میرا حریف مقابل ہے تو آگے آ۔ کیونکہ ہمارے ساغر میں شراب کی بجائے ہیرا ذرہ سا بھرا ہوا ہے۔

(۴۹)

در کشور عشق جائے آسائش نیست — آنجا ہمہ کاہش است افزائش نیست
بے درد و الم توقع درماں نہ — بے جرم و گنہ امید بخشائش نیست

سرزمین عشق میں آرام و آسائش کی جگہ نہیں ہے۔ وہاں سراسر کاہش (گھٹنا) ہی کاہش ہے۔ افزائش (بڑھنا) بالکل نہیں۔ درد و الم کے بغیر علاج کی توقع نہیں ہو سکتی اسی طرح جرم و گناہ کے بغیر بخشش کی بھی امید نہیں۔

(۵۰)

عشق آمد و گرد فتنہ بر جانم بیخت — عقلم شد و صبر رفت و ہوشم بگریخت
زیں واقعہ ہیچ دوست دستم نگرفت — چوں دیدہ کہ ہر چہ داشت در پایم ریخت

عشق آیا اور اس نے میری جان پر فتنہ و فساد کی گرد جھاڑ دی میری عقل جاتی رہی صبر رخصت ہو گیا اور ہوش مفقود ہو گئے اس سخت واقعہ پر دوست نے میری دستگیری کی جب اس نے دیکھ لیا کہ جو کچھ میرے پاس تھا میں نے اس کے پاؤں پر نثار کر دیا۔

(۵۱)

گر مردہ بوم بر آمدہ سالے بیست　　چہ پنداری کہ گورم از عشق تہیست
گر دست بخاک من نہی کاینجا کیست　　آواز دہم کہ حال معشوقم چیست

میری موت پر بیس سال گزر جانے کے بعد بھی کیا تو خیال کر سکتا ہے۔ کہ میری قبر عشق سے خالی ہے۔ اگر تو میری خاک لحد پہ ہاتھ رکھ کر دریافت کرے کہ یہاں کون ہے۔ تو میں آواز دوں کہ میرے معشوق کا کیا حال ہے۔

(۵۲)

اے قبلہ ہر کہ مقبل آمد رویت　　روئے ہمہ مقبلات عالم سویت
امروز کسے کز تو بگردد اندر روئے　　فردا نگرام روبہ بیند رویت

مقبل ۔ صاحب اقبال ؛

فردا ۔ فردائے قیامت، روز محشر ؛

تیرا روئے زیبا ہر صاحب اقبال کے لئے قبلہ بنا ہوا ہے اور تمام ارباب اقبال تیری ہی طرف متوجہ ہیں اگر آج کوئی تجھ سے روگردانی کرے تو کل کس منہ سے تیرا دیدار دیکھے گا۔

(۵۳)

از ما ہمہ عجز و نیستی مطلوب است	ہستی و نوالعجش ز ما مسلوب است
ایں اوست پدید گشتہ در صورت ما	ایں قدرت و فعل از و بما منسوب است

ہماری ذات سے سراسر عاجزی و نیستی مطلوب ہے اور ہستی اور اس کے لوازمات ہم میں مفقود ہے۔ چونکہ ہماری صورت میں وہی ذات نمایاں ہے اسلئے یہ قدرت و فعل مجازاً ہماری طرف منسوب ہیں۔

(۵۴)

گر سبحۂ صد دانہ شماری خوب ست	در جام مے از کف نگزاری خوب ست
گفتی چہ کنم چہ تحفہ آرم بر دوست	بے درد مباد ہر آنچہ آری خوب ست

اگر تو سو دانہ والی تسبیح شمار کرتا ہے جب بھی اچھا ہے اور اگر جام شراب ہاتھ سے نہیں چھوڑتا جب بھی مضائقہ نہیں۔ تو دریافت کرتا ہے کہ میں کیا کروں اور دوست کی خدمت میں کیا تحفہ لے کر آؤں (تو اس بارگاہ میں) درد کے بغیر نہ آ پھر جو کچھ بھی لائے خوب ہے۔

(۵۵)

آلودۂ دنیا جگر ریش تر است	آسودہ تر است آنکہ درویش تر است
ہر خر کہ بروز نگے و زنجیرے ہست	چوں بنگری بار بر دوش تر است

جو شخص دنیا کی آلودگی میں زیادہ مبتلا ہے وہ زیادہ زخمی جگر رکھتا ہے۔ اور جو زیادہ مفلس و درویش ہے وہ زیادہ آسودہ اور مرفہ الحال ہے۔ جس گدھے پر زنجیر اور گھونگرو ہوں اگر بغور دیکھیں تو اس پر

(۵۶)

دلیشب کہ دلم ز تاب ہجراں بسوخت　　اشکم ہمہ در دیدۂ گریاں بسوخت
می سوختم آنچنانکہ غیر از دل تو　　بر من دل کافر و مسلماں بسوخت

کل رات جبکہ میرا دل گرمی فراق سے جل رہا تھا اور میرے آنسو چشم اشکبار میں جل رہے تھے۔ (گرم آنسو میری آنکھوں سے بہہ رہے تھے) میں اس طرح جل رہا (مضطر و بیقرار) تھا کہ میری حالت کو دیکھ کر تیرے سوا ہر ایک کافر و مومن کا دل میرے لئے جل رہا تھا۔

(۵۷)

سیمابی شد ہوا و زنگاری دشت　　اے دوست بیا و بگذر از ہر چہ گذشت
گر میل وفاداری اینک دل و جاں　　ور میل جفاداری اینک سر و طشت

ہوا سیمابی (شبنم آلود) اور دشت زنگاری (سرسبز) ہو گیا اے دوست! تو میری گزشتہ تقصیرات سے قطع نظر کرتے ہوئے آ۔ اگر تجھے وفاداری کی خواہش ہے تو دل و جان حاضر ہے اور اگر جور و ستم کا خیال ہے تو یہ سر ہے اور یہ طشت (یعنی سر کاٹ کر طشت میں رکھ دے)۔

(۵۸)

عقرب سر زلف یار و مہ چہرہ اوست　　شیریں سخنی کہ شہد در شکر اوست
با اینہمہ کبر و ناز کا ندر سر اوست　　قرباں دو روزگار قربانی اوست

یار کی زلف کا سرا برج عقرب اور اس کا حلقہ چاند کی مانند ہے۔ وہ ایسا شیریں گفتار ہے کہ اس کے شکر (لب یا دہن) میں شہد بھرا ہوا ہے۔

بادشاہ روزگار تمام کبر و نازکے باوجود (جو اس کے سر میں ہے) اس کا فرمانبردار ہے۔

(۵۹)

ایدل چو خدنگت رگ جاں بکشودت
منمای بکس خرقۂ خون آلودت
می نال چنانچہ نشنوند آوازت
میسوز چنانکہ بر نیاید دودت

اے دل! اگر تیر عشق نے تیری رگ جان کو زخمی کر دیا ہے تو اپنا خون آلود خرقہ کسی کو مت دکھا۔ تو اس طرح نالہ و فریاد کر کہ کوئی تیری آواز نہ سنے اور اس طرح جل کہ دھواں کبھی نہ ہو۔

(۶۰)

سر سخن دوست نمی یارم گفت
در لیست گرانبہا نمی یارم سفت
ترسم کہ بخواب در بگویم بہ کسے
شبہاست کز یں خوف نمی یارم خفت

میں اپنے دوست کی باتوں کا راز نہیں بتا سکتا وہ ایک گرانبہا موتی ہے جس کو میں سلک تقریر میں نہیں پرو سکتا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں خواب میں کسی سے نہ کہہ دوں۔ اس لئے بہت سی راتیں گزر گئی ہیں۔ کہ میں سو بھی نہیں سکتا۔

(۶۱)

در بحر یقین کہ در تحقیق لبی است
گرداب در وجود کشتی نفی است
ہر گوش صدف حلقۂ چشمت پر آب
ہر موج اشارۂ تا برفے کسی است

صدف = سیپ جو کان کی مانند ہوتی ہے

ایمان و یقین کے سمندر میں تحقیق کے موتی بہت ہیں مگر اس میں "دم کشتی نفس" کی مانند گرداب بھی ہیں - ہر سبب آنسو بھری آنکھ کا حلقہ ہے اور ہر موج کسی (محبوب) کے ابرو کا اشارہ ہے ؎

دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک

(۶۲)

شب آمد و رفتم اندر غم دوست ہم بر سر گریہ چشم را خوست
از خون دلم بہر مژۂ پنداری لختی است کہ پارۂ جگر بر سر اوست

رات آئی اور میں دوست کے غم فراق مبتلا ہو گیا - میری آنکھوں کو رونے کی عادت سی ہو گئی خون دل کی وجہ سے میری ہر ایک پلک ایک ایسا گوشت کا ٹکڑا معلوم ہوتی ہے جس پر جگر کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا ہے -

(۶۳)

گفتی کہ فلاں ز یاد ما خاموش است از بادۂ عشق دیگرے مدہوش است
شرمت بادا ہنوز خاک در تو از گرمی خون دل من در جوش است

تم کہتے ہو کہ فلاں (یعنی میں) ہمکو بھول گیا ہے اور کسی دوسرے کے بادۂ عشق سے مدہوش و سرشار ہو رہا ہے - تم کو (ایسا کہتے ہوئے) شرم کرنی چاہیے کیونکہ ابھی تک تیرے دروازے کی خاک میرے خون دل کی گرمی سے جوش زن ہے -

(۶۴)

آنشب کہ مرا بوصل آں مہ نگسست — بالائے شبم کوتہ و پہنا تنگست
وآں شب کہ ترا ہمی مسکیں جنگست — شب کور و خروس گنگ و پروین لنگست

پروین - ثریا ٭ کور - مراد تاریک ٭

جس روز مجھے اس ماہ رو کے وصل سے خوشی حاصل ہوتی ہے تو میری رات کی درازی کوتاہ اور وسعت تنگ ہوتی ہے اور جس رات تجھے مجھ مسکین کے ساتھ جنگ ہوتی ہے یعنی شب جدائی - تو رات تاریک اور مرغ سحر گونگا اور پروین لنگڑا ہو جاتا ہے - (یعنی شب وصال بہت مختصر ہوتی ہے - اور جدائی کی رات کاٹے نہیں کٹتی) -

(۶۵)

اندر ہمہ دشت خاوراں گر خاریست — آغشتہ بخون عاشق افگاریست
ہر جا کہ پری رخے و گلرخساریست — مارا ہمہ درخوراست مشکل کاریست

دشت خاوراں میں جہاں کہیں کانٹا ہے وہ کسی دل فگار عاشق کے خون سے آلودہ ہے - عجب مشکل آپڑی ہے کہ جس جگہ کوئی پری چہرہ اور گلرخسار معشوق ہے - وہ ہمارے لئے موزوں و مناسب ہے (ہم اسی کو دل دے بیٹھتے ہیں) -

(۶۶)

ایدل غم عشق از برائے من و تست — سر رشتۂ او نہ کز برائے من و تست
تو چاشنی درد ندانی ورنہ — یکدم غم دوست خونبہائے من و تست

خونبہا - وہ رقم جو قاتل مقتول کے ورثاء کو ان کی رضامندی کے لئے دیتا ہے ۔

اے دل! غم عشق میرے اور تیرے ہی لئے ہے لہٰذا اس کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دے کیونکہ ہمارے لئے یہی سزاوار ہے (اے دل!) تو درد کی لذت سے آشنا نہیں۔ ورنہ دم بھر کے لئے غم دوست میرے اور تیرے خونبہا کے برابر ہے ۔

(۶۷)

ناکامیم اے دوست ز خود کامی تست   وین سوختگیہائے من از خامی تست
مگذار کہ در عشق تو رسوا گردم   رسوائی من باعث بدنامی تست

خودکامی - خود غرضی ، خود رائی ۔

اے دوست! میری ناکامی تیری خود غرضی و خود رائی کی وجہ سے ہے اور میرا سوز و گداز تیری خامی کے باعث ہے ایسا نہ کر کہ میں تیرے عشق میں رسوا ہو جاؤں کیونکہ میری رسوائی تیری بدنامی کا سبب ہو گی ۔

(۶۸)

بر من در وصل بستہ میدارد دوست   دل را بفراق خستہ میدارد دوست
من بعد من و شکستگی و در دوست   چون دوست دل شکستہ میدارد دوست

دوست مجھ پر وصل کا دروازہ بند رکھتا ہے اور میرے دل کو اپنے درد فراق سے خستہ رکھتا ہے اس کے بعد میں ہونگا اور شکستگی اور دوست کا دروازہ (یعنی شکستہ خاطر ہو کر دوست کے دروازے پر پڑا رہونگا) کیونکہ دوست

دل شکستہ کو پسند کرتا ہے۔

(۶۹)

عشقم که بهر رگم غمی پیوند است — دردم که دلم بدرد حاجتمند است
صبرم که بکام و پنجهٔ شیرم هست — شکرم که مدام خرم و خورسند است

میرا عشق دیکھو کہ میری رگ رگ میں غم بھرا ہوا ہے اور میرا درد دیکھو کہ انتہائے درد کے باوجود میرا دل درد کا حاجتمند ہے میرا صبر دیکھو جو کہ میں شیر (عشق) کے پنجہ و حلق میں کر رہا ہوں اور پھر میرا شکر دیکھو کہ ان تمام مصائب کے باوجود بھی خرم و خورسند ہوں۔

(۷۰)

ما کشتهٔ عشقیم و جهان مسلخ ماست — ما بی‌خور و خوابیم و جهان مطبخ ماست
ما را نبود هوای فردوس از آنکه — آن چهرهٔ آتشین او دوزخ ماست

ہم شہید عشق ہیں اور جہان ہماری شہادت گاہ ہے ہم بے خور و خواب ہیں حالانکہ تمام دنیا ہمارے لئے باورچی خانہ ہے ہمیں فردوس بریں کی خواہش و آرزو نہیں۔ کیونکہ محبوب کا آتشیں چہرہ ہمارے لئے دوزخ ہے۔

(۷۱)

دل چیست که گویم از برائے غم تست — یا آنکه جگر من سرائے غم تست
لطفی است که میکند غمت با دل من — ورنه دل تنگ من چه جای غم تست

دل کی کیا بساط ہے جو میں کہوں کہ تیرے غم کے لئے ہے یا یہ کہ میرا جگر تیرے غم کی سرائے ہے۔ تیرا غم میرے دل پر محض لطف و عنایت کر رہا ہے۔

ورنہ میرا دل تنگ تیرے غم کے لئے موزوں جگہ نہیں ہے۔

(۷۲)

از کفر سر زلف وے ایماں می‌ریخت   وز نوش لبش چشمۂ حیواں می‌ریخت
چوں کبک خرامندہ بصد رعنائی   می‌رفت و ز سر تا قدمش جاں می‌ریخت

اس کی زلف سے (جو سراسر کفر ہے) ایمان ٹپکتا تھا اور اس کے لب شیریں سے چشمہ حیوان ٹپکتا تھا۔ وہ کبک خراماں کی طرح خراماں خراماں جا رہا تھا اور اس کے سراپا سے جان ٹپکی پڑتی تھی۔

فارسی شعراء عموماً زلف کو کفر اور چہرے کو ایمان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ لہٰذا مصرعہ اوّل سے مراد یہ ہے کہ اس کی سیاہ زلفوں کے نیچے سے اس کا نورانی چہرہ اپنی جھلک دکھا رہا ہے۔

(۷۳)

راہیست ز کعبہ تا بمقصد پیوست   از جانب بتخانہ رہے دیگر ہست
اما رہ میخانہ ز آبادانی   راہیست کہ کاسہ میرود دست بدست

ایک راستہ کعبے سے منزل مقصود تک جاتا ہے اور میخانے سے بھی ایک اور راستہ ہے لیکن میخانہ کا راستہ آبادی کی وجہ سے ایسا ہے کہ اس میں کاسہ ہاتھوں ہاتھ جاتا ہے (یعنی جلدی جلدی مقصود تک پہنچ جاتا ہے)۔

(۷۴)

عاشق نخواہد لطفے بہ ستم زیست   بے یار زدیار اگر بود خود کم نیست
خوش آنکہ بیک کرشمہ جاں کرد نثار   حیراں دو جہاں را اندر آنکہ چیست

عاشق دم بھر کے لئے غم کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا وطن اور یاران وطن کے بغیر اگر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ۔ وہ کس قدر خوش نصیب ہے جس نے ایک کرشمہ (ادا) پر جان قربان کر دی اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ ہجر کیا ہوتا ہے اور وہ مال کیا ۔

(۷۵)

ای کہ زجانم آرزوئے تو نرفت | از دل ہوس روئے نکوئے تو نرفت
از کوئے تو ہر کہ رفت دل را بگذاشت | کس با دل خویشتن ز کوئے تو نرفت

تو وہ ہے کہ میری جان سے تیری آرزو نہ گئی اور میرے دل سے تیرے روئے زیبا کی ہوس نہ نکلی ۔ جو شخص بھی تیرے کوچے سے گیا دل کو وہیں چھوڑ گیا اور کوئی شخص دل لے کر تیرے کوچے سے نہ نکلا ۔

(۷۶)

یار آمد و گفت خستہ میدار دلت | دائم بامید بستہ میدار دلت
ما را بشکستگان نظر ہا باشد | ما را خواہی شکستہ میدار دلت

دوست آیا اور کہنے لگا کہ اپنے دل کو شکستہ رکھو اور ہمیشہ اسے امید کے ساتھ وابستہ رکھو ۔ ہماری نظر عنایت شکستہ خاطر دل پر ہوا کرتی ہے ۔ اگر تو ہمارا طلبگار ہے تو اپنے دل کو شکستہ رکھ ؎

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

(۴۷)

ما دل ز غمت شکستہ داریم ای دوست   از غیر تو دیدہ بستہ داریم ای دوست
گفتی کہ بدل شکستگاں نزدیکم   ما نیز دل شکستہ داریم ای دوست

اے دوست! ہم تیرے غم عشق کی وجہ سے دل شکستہ ہو رہے ہیں۔ اور تیرے غیر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تو خود فرماتا ہے - کہ ہم شکستہ دلوں کے قریب ہیں - اے دوست! ایک نگاہ لطف ادھر بھی ہو جائے کیونکہ ہم بھی دل شکستہ ہی رکھتے ہیں -

(۴۸)

راہ تو بہر روش کہ پویند خوش است   کوی تو بہر جہت کہ جویند خوش است
روئے تو بہر دیدہ کہ بینند نکوست   ذکر تو بہر صفت کہ گویند خوش است

تیرا راستہ جس طریق سے بھی طے کریں بہتر ہے اور تیری گلی جس طرف بھی تلاش کریں خوب ہے - تیرے روئے زیبا کو جن آنکھوں سے بھی دیکھیں - اچھا ہے اور تیرا ذکر جس صفت سے بیان کریں موزوں و مناسب ہے -

(۴۹)

عشق آمد و خاک محنتم بر سر ریخت   زاں برق بلا بخرمنم اخگر ریخت
خوں در دل و سینہ ام سوخت چناں   کز دیدہ بجائے اشک خاکستر ریخت

حضرت عشق تشریف لائے اور محنت کی خاک میرے سر پر جھاڑ دی (مجھے مصائب و بلیات میں مبتلا کر دیا) - اور اس بلا کی بجلی سے میرے کھلیان میں آگ لگا دی - میرے دل اور بدن کی رگوں میں خون اس طرح جل گیا - کہ

آنکھوں سے آنسوؤں کی جگہ خاکستر (راکھ) گرنے لگی۔

(۸۰)

ای دوست ای دوست ای دوست   جور تو از آن کشم که روی تو نکوست
مردم گویند بهشت خواهی یا دوست   ای بیخبران بهشت با دوست نکوست

اے دوست! میں تیرے جور و ستم اس لئے برداشت کرتا ہوں کہ تو خوبرو ہے۔ لوگ سوال کرتے ہیں کہ تو جنت چاہتا ہے یا دوست کا آرزومند ہے۔ اے بیخبرو! بہشت دوست کے ساتھ ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔

(۸۱)

پرسید زمن کسی که جانان تو کیست   گفتم که فلان کس است مقصود تو چیست
بنشست بهای های بر من بگریست   کز دست چنین کسی چسان خواهی زیست

مجھ سے کسی نے دریافت کیا کہ تیرا محبوب کون ہے۔ میں نے کہا کہ فلاں شخص، تیرا اس سوال سے کیا مقصود ہے۔ وہ یہ سن کر بیٹھ گیا اور با آواز بلند میری حالت پر رونے لگا کہ ایسے شخص کے ہاتھ سے تو کس طرح زندہ بچ سکتا ہے۔

مشرقی شاعری میں معشوق کو جور و جفا کا مجسمہ قرار دیا گیا ہے۔ شیخ نے بھی اس رباعی میں محبوب کے انتہائے ظلم و ستم کی تصویر پیش کی ہے۔

(۸۲)

عصیان خلائق ار چه صحرا صحراست   در پیش عنایت تو یک برگ گیاست
هر چند گناه ماست کشتی کشتی   غم نیست که رحمت تو دریا دریاست

صحرا صحرا کشتی کشتی - دریا دریا - میں تکرار کثرت و افراط کو ظاہر
کرتی ہے ۔

اگرچہ مخلوق کے گناہ صحرا صحرا ہیں مگر تیری عنایت کے سامنے ان کی
حقیقت ایک برگ گیاہ سے زیادہ نہیں - اگرچہ ہمارے گناہ کشتی کشتی ہیں
مگر کچھ غم نہیں کیونکہ تیری رحمت بھی دریا دریا (بہت وسیع) ہے -

(۸۳)

چوں حاصل عمر تو فریبی و دمی است   زو داد مکن گرت بہر دم ستمی است
مغرور مشو چونکہ اصل من و تو   گردی و شراری و نسیمی و نمی است

جب تیری زندگی کا حاصل ہی فریب و فنا ہے تو اگر تجھے ہر وقت ظلم و
ستم کا سامنا کرنا پڑے تو بھی فریاد نہ کر - تو اپنی ذات پر مغرور نہ ہو - کیونکہ
ہم دونوں آتش و آب و خاک و باد (عناصر اربعہ) سے مرکب ہیں اور ہمارے
جوہر میں کوئی فرق نہیں یا یہ کہ جس کا وجود عناصر چہارگانہ کے حقیر اجزا سے
مرکب ہو اس کے لیے غرور سزاوار نہیں -

(۸۴)

از گل طبقی نہادہ کیں روئے منست   وز مشک ختی کشیدہ کیں موئے منست
صد نافہ بباد دادہ کیں بوئے منست   آتش بجہاں درزدہ کیں خوئے منست

(محبوب نے) پھولوں کا ایک طبق بھرا کہ یہ میرا چہرہ ہے اور مشک کی ایک
لکیر کھینچی کہ یہ میرے بال ہیں - سیکڑوں نافے برباد کر دیے کہ یہ میری بو ہے -
اور دنیا بھر میں آگ لگا دی کہ یہ میری عادت ہے -

(۸۵)

دائم نہ لوائے عشرت افراشتنی است   پیوستہ نہ تخم خرمی کاشتنی است
این داشتنی ہا ہمہ بگذاشتنی است   جز روز روی کہ نگہداشتنی است

عیش و عشرت کا جھنڈا ہمیشہ بلند نہیں کیا جا سکتا اور خوشی کا بیج ہمیشہ نہیں بویا جا سکتا۔ تمام اشیاء جو ہم نے جمع کر رکھی ہیں چھوڑ جانے کے لائق ہیں، روزِ رفتن (مرگ) کے سوا جو قابلِ نگہداشت ہے۔

(۸۶)

از بار گنہ شد تن مسکینم پست   یارب چہ شود اگر مرا گیری دست
گر در عملم آنچہ ترا شاید نیست   اندر کرمت آنچہ مرا باید ہست

گناہ کے بوجھ سے میرا مسکین جسم پست ہو گیا اے خدا کونسی بڑی بات ہے اگر تو میری دستگیری کرے۔ اگر میرے اعمال میں وہ چیز نہیں ہے جو تیرے لیے سزاوار ہے (یعنی اعمال صالحہ) تو نہ سہی۔ جس چیز کا میں حاجتمند ہوں وہ تیری رحمت میں موجود ہے (یعنی عفو و مغفرت)۔

(۸۷)

ایزد کہ جہاں بقبضۂ قدرت اوست   داداست ترا دو چیز کاں ہر دو نکوست
ہم سیرت آنکہ دوستداری ہمہ کس   ہم صورت آنکہ کس ترا دارد دوست

ذاتِ باری نے جس کے قبضۂ قدرت میں تمام جہان ہے تجھے دو چیزیں عنایت فرمائی ہیں اور دونوں خوب ہیں۔ ایک حسن سیرت جس کی وجہ سے تو ہر ایک سے محبت کرتا ہے۔ دوسرے خوبیٔ صورت جس کی بدولت ہر شخص

(۸۸)

شیریں دہنی کہ از لبش جاں میریخت　　کفرش ز سر زلف پریشاں میریخت
گر شیخ بکفر زلف او رہ میبرد　　خاک رہ بت بر سر ایماں میریخت

وہ ایسا شیریں دہن ہے کہ اس کے لبوں سے جان (آبِ حیات) ٹپکتی تھی۔ اور اس کی پراگندہ زلفوں سے کفر ٹپکتا تھا۔ اگر شیخ کو اس کے کفرِ زلف کا راستہ مل جاتا تو بت (محبوب) کی خاک راہ ایمان کے سر پر ڈال دیتا۔

(۸۹)

آں آتش سوزندہ کہ عشقش لقب است　　در پیکر کفر و دیں چو سوزندہ تب است
ایماں دگر و کیش محبت دگر است　　پیغمبر عشق نہ عجم نہ عرب است

وہ جلانے والی آگ جس کا لقب عشق ہے۔ کفر و دین کے جسم میں تپِ محرقہ کی مانند ہے۔ ایمان اور چیز ہے اور مذہب عشق و محبت اور شے ہے۔ پیغمبرِ عشق نہ عجم ہے نہ عرب (یعنی رنگ و نسب اور ملک و ملت کی قیود سے بالاتر ہے)۔

(۹۰)

در عالم اگر فلک اگر ماہ و خور است　　از بادۂ ہستی تو پیمانہ خور است
فارغ ز جہانی و جہاں غیر تو نیست　　بیروں ز مکانی و مکاں از تو پر است

دنیا میں خواہ آسمان ہے یا ماہ و خورشید۔ تمام تیری ہی شرابِ ہستی سے ساغر کش ہیں۔ تو جہان سے فارغ ہے اور جہاں تیرا غیر بھی نہیں۔ تو مکان سے باہر ہے اور مکان تجھ سے بھرا ہوا ہے۔

مطلب یہ کہ عالم امکان کا ذرہ ذرہ تیری ہی ذات واجب الوجود سے مستفید ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا ہے اور یہاں کی ہر شے تیری ہی ہستی سے قائم ہے اگرچہ تیری ذات زمان و مکان کی قیود سے بالاتر ہے مگر کوئی زمان اور کوئی مکان تجھ سے خالی بھی نہیں۔

(۹۱)

رباعی

نردیست جہاں کہ بردنش باختن است　　نرادی او بہ نقش کم ساختن است
دنیا بمثال کعبتین نرد است　　برداشتن از برای انداختن است

جہان ایک ایسی بازی ہے کہ جس کا جیتنا ہارنے کے مرادف ہے۔ پس بڑا کھلاڑی وہ ہے جو اس نقش کے ساتھ زیادہ دلبستگی نہیں رکھتا۔ دنیا کعبتین نرد کے مانند ہے جس کو اٹھانا پھینکنے ہی کے لئے ہے۔

(۹۲)

ہیہات کہ درین سرای گذرانم کس نیست　　ہمراہ درین راہ درازم کس نیست
در قعر دلم جواہر رازی است　　اما چہ کنم محرم رازم کس نیست

افسوس کہ اس سرائے گذران میں میرا کوئی مونس و غمخوار نہیں اور اس دور دراز راہ میں میرا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ میرے دل کی گہرائیوں میں جواہر راز پنہاں ہیں مگر کیا کروں کہ محرم راز کوئی نہیں ہے۔

(۹۳)

ہاں تا نہ نہی تکیہ بر این عالم پشت　　کو با گل نرم ہر دو خار درشت
ہاں تا نشوی غرہ بدریائے کرم　　کو بر لب بحر تشنہ بسیار بکشت

خبردار! کہیں ایسا نہ ہو کہ تو اس کی عنایات پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائے اس خیال سے کہ وہ نرم و نازک پھولوں کے ساتھ سخت کانٹوں کی بھی پرورش کرتا ہے۔ خبردار! کہیں اس کے دریائے کرم پر مغرور نہ ہونا کیونکہ اس نے اکثر لوگوں کو لب دریا تشنہ کام مار دیا ہے۔

(۹۴)

وی گیسوئے عنبرین عنبرسا بیت   از طرف بناگوش سمن سیما بیت
افتادہ بپائے تو بزاری ہی گفت   سر تا پا ہم فدائے سر تا پا بیت

کل رات تیری زلف جو عنبر کی مانند سیاہ اور خوشبودار ہے تیرے کان کی لو سے جو چنبیلی جیسی ہے تیرے قدموں پہ گر کر اور رو رو کر یہ کہہ رہی تھی کہ میرا سر تا پا تیرے سر تا پا پر قربان ہے۔

(۹۵)

اے خالق خلق رہنمائے بفرست   وے رازق رزق در کشائے بفرست
کار من بیچارہ گرہ در گرہ است   رحمے کن و گرہ کشائے بفرست

گرہ در گرہ۔ الجھا ہوا ۔

اے مخلوق کے خالق! کوئی رہنما بھیج دے اور اے رزق دینے والے کوئی دروازہ کھولنے والا بھیج دے۔ مجھ مسکین کا کام نہایت الجھا ہوا ہے تو رحم فرما اور کوئی مشکل کشا بھیج دے۔

(۹۶)

گردوں کمرے ز عمر فرسودۂ ماست　　دریا اثرے ز اشک آلودۂ ماست
دوزخ شررے ز رنج بیہودۂ ماست　　فردوس دمی ز وقت آسودۂ ماست

آسمان (اپنی خمیدگی کے باعث) ہماری کمر کی مانند ہے جو نقاضائے سن فرسودہ و خمیدہ ہو گئی ہے اور دریا باایں ہمہ وسعت ہمارے آنسوؤں کا ایک نمونہ ہے دوزخ ہمارے رنج بیہودہ (بے نتیجہ کد و کاوش) کا ایک شرارہ ہے اور جنت باایں ہمہ لطافت ہمارے آسودگی و آسائش کے وقت کا ایک لمحہ ہے۔

(۹۷)

دنیا بجوے وفا ندارد اے دوست　　ہر لحظہ ہزار مغز سرگشتہ اوست
میداں کہ خدائے دشمنش میدارد　　گر دشمن حق نہ چرا داری دوست

اے عزیز! دنیا ایک جو کے برابر بھی وفا نہیں رکھتی۔ پھر بھی ہزاروں دماغ اس کے لیے ہر لحظہ سرگشتہ و پریشان ہیں۔ تو اس حقیقت کو جان لے کہ خدا تعالیٰ اس (دنیا) کو دشمن رکھتا ہے۔ اگر تو دشمن حق نہیں ہے تو پھر اس دنیا سے کیوں محبت رکھتا ہے۔

(۹۸)

از کار کسے قرار می باید ہست　　وز یار کہ در کنار می باید ہست
ہجرے کہ بہیچ کار می ناید ہست　　وصلے کہ چو جاں بکار می باید ہست

کسی (محبوب) کے معاملات قرار و اطمینان چاہئے سو وہ میسّر ہے اور

محبوب جو بغل میں ہونا چاہیے وہ بھی موجود ہے ہجر جو کسی کام نہیں آتا وہ
بھی ہے اور وصال جو جان کی طرح کار آمد ہے وہ بھی حاصل ہے ۔
بعض نسخوں میں مصرعہ سوم پر "ہست" کی بجائے "نیست" مرقوم ہے
یعنی کہ ہجر جیسی دردِ چیز اور مصیبت زا چیز مفقود ہے اور عیش و عشرت
کے تمام سامان موجود ہیں ۔

(۹۹)

گبریست دریں وہم کہ پنہانی نیست ‎ ‎ ‎ ‎ بر داشتن سرم باسانی نیست
ایمانش ہزار دفعہ تلقین کردم ‎ ‎ ‎ ‎ ایں کافر را سر مسلمانی نیست

اس وہم میں ایک گبر ہے جو پوشیدہ نہیں ہے اور اس وہم کو دور
دور کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے ۔ میں نے ہزار مرتبہ اس کو ایمان کی
تلقین کی مگر اس کافر کو مسلمانی کا خیال تک نہیں ہے ۔

(۱۰۰)

آں روز کہ آتش محبت افروخت ‎ ‎ ‎ ‎ عاشق روشِ عشق ز معشوق آموخت
از جانب دوست سر زد ایں سوز و گداز ‎ ‎ ‎ ‎ تا درنگرفت شمع پروانہ سوخت

جب روز محبت کی آگ روشن ہوئی عشق کا طرز عاشق نے معشوق
سے سیکھا ۔ پہلے معشوق کی طرف سے یہ سوز و گداز ظاہر ہوا ۔ جب تک شمع
روشن نہ ہوئی پروانہ اس پر جلنے کے لئے نہ آیا ۔ ؎

عشق اوّل در دلِ معشوق پیدا مے شود
تا نسوزد شمع کے پروانہ شیدا مے شود

(۱۰۱)

میرفتم و خون دل براہم میریخت — دوزخ دوزخ شرر ز آہم میریخت
من آمدم از شوق بہ گلشن گویند — دامن دامن گل از کنارم میریخت

میں جا رہا تھا اور میرا خون دل راستے میں ٹپکتا جاتا تھا۔ اور میری آہ سے بے انتہا شرارے نکل رہے تھے۔ میں گلزار وجود میں بڑے ذوق و شوق کے ساتھ ایسی حالت میں آیا کہ میری بغل سے بافراط پھول برس رہے تھے۔ (موت اور پیدائش کی تصویر اس سے بہتر الفاظ میں متصور نہیں ہو سکتی۔)

(۱۰۲)

از باد صبا دلم بہ بوئے تو گرفت — بگذاشت مرا و جستجوئے تو گرفت
اکنوں ز منش ہیچ نمی آید یاد — بوئے تو گرفتہ بود خوئے تو گرفت

میرے دل نے باد صبا سے جب تیری خوشبو سونگھی تو مجھ کو چھوڑ کر تیری جستجو میں محو ہو گیا۔ اب اسے کبھی میری یاد نہیں آتی پہلے تو اس نے تیری بو ہی سونگھی تھی اب تیری عادت و خو بھی اختیار کر لی۔

(۱۰۳)

ہر چند آدمی ملک سیرت و خوست — اگر نبود بدشمن خود نیکوست
دیوانہ دل منست کیں عادت اوست — کو دشمن جان خویش بسیار دوست

ہر چند آدمی ملک سیرت اور فرشتہ خو ہے اگر وہ اپنے دشمن کے ساتھ بھی بد سلوکی نہ کرے تو بہتر ہے۔ میرا دل دیوانہ ہے کیونکہ اس کی یہ

عادت ہے کہ اپنے دشمن جان کو بھی عزیز رکھتا ہے —

(۱۰۴)

دل طفلک خاک بیز غربال بدست　　بیزد و بدو دست و روئے خود را بخست
میگفت بہائے ہائے افسوس و دریغ　　ریگے بنیافتم و غربال شکست

بیز - از بیختن مصدر - چھاننا ٭ غربال - چھلنی ٭
دودست - دو ہتڑ ٭ ریگ - ریت ٭

دل (جو اس لڑکے کی مانند ہے کہ ہاتھ میں چھلنی لئے خاک چھان رہا ہو۔ یعنی دنیائے فانی کی بیہودہ و بے نتیجہ جد و جہد میں ہمہ تن مصروف ہے) اپنے چہرے پہ دو ہتڑ مار رہا تھا اور اسے نوچ رہا تھا اور واویلا اور فریاد و زاری کر کے کہہ رہا تھا کہ ہزار جتن کئے لیکن ریت تک بھی حاصل نہ کر سکا۔ اور چھلنی ٹوٹ گئی (اور ساری عمر ختم ہو گئی)۔

(۱۰۵)

اندر ہمہ دشت خاوراں سنگے نیست　　کش با من و روزگار من جنگے نیست
بالطف و نوازش وصال تو مرا　　در دادن صد ہزار جاں ننگے نیست

تمام دشت خاوراں میں کوئی پتھر ایسا نہیں جس کو مجھ سے اور میرے روزگار سے عداوت نہ ہو (یعنی ہر پتھر میرا سر پھوڑنے کے لئے موجود ہے) تیرے وصال کی لطف و نوازش کے عوض مجھے لاکھوں جانیں دینے سے بھی دریغ نہیں۔

(۱۰۶)

سرتا سر دشت خاوراں سنگے نیست کز خون دل و دیدہ بر آں رنگے نیست
در ہیچ زمین و ہیچ فرسنگے نیست کز دست غمت نشستہ دل تنگے نیست

تمام دشت خاوراں میں کوئی پتھر ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی عاشق جانفروش کے دل اور آنکھوں کے خون سے رنگین نہ ہو اور کوئی ملک اور کوئی مقام ایسا نہیں ہے۔ جہاں تیرے غم عشق کے ہاتھوں کوئی غمگین و دلتنگ نہ ہو۔

(۱۰۷)

تیرے ز کمان خانۂ ابروئے تو جست دل بر تو وصل را خیالے می بست
خوش خوش ز دلم گزشت و میگفت بناز با پہلوئے چوں توئی نخواہیم نشست

تیرے ابرو کے کمان خانہ سے ایک تیر نکلا۔ ایسی حالت میں کہ دل تیرے وصل کے منصوبے باندھ رہا تھا وہ خوشی خوشی میرے دل سے گزر گیا اور ناز سے کہنے لگا کہ ہم تیرے جیسے کے پہلو میں نہیں بیٹھیں گے۔

(۱۰۸)

صد شکر کہ گلشن شفا گشت تنت صحت گل عیش ریخت در پیرہنت
تپ را غلط در تنت افتاد گذار منت کہ عرق شد و چکید از بدنت

ہزار شکر ہے کہ تیرا جسم گلشن شفا بن گیا اور تندرستی نے عیش و نشاط کے پھول تیرے لباس میں ڈال دیئے بخار غلطی سے تیرے بدن کی طرف آگیا تھا۔ الحمد للہ کہ پسینہ بن کر تیرے جسم سے ٹپک گیا۔

(۱۰۹)

پیہ در گاؤ است و گاؤ در کہسار است — ماہی سریشمی بدریا بار است
بز در کوہ است و پوز در بلغار است — زہ کردن ایں کماں بسی دشوار است

پیہ - چربی ٭ پوز - چینیا ٭ زہ کردن - چلہ چڑھانا ٭

چربی گاؤ میں ہے اور گائے کہسار میں۔ سریشم والی مچھلی دریا کے اندر ہے۔ بکری پہاڑ پر ہے اور چینیا بلغار میں۔ مگر اس کمان کو زہ کرنا بہت دشوار ہے۔ یعنی حصول مقصد کے تمام اسباب مہیا ہیں مگر ان سے مستفید ہونے کے لئے "ہمت مردانہ" چاہیے۔

(۱۱۰)

آں یار کہ عہد و دوستداری بشکست — میرفت و من گرفتہ دامن در دست
می گفت کہ بعد ازیں بخوابم بینی — پنداشت کہ بعد ازیں مرا خوابے ہست

وہ یار جس نے دوستی کے عہد و پیمان کو توڑ دیا تھا چلا جاتا تھا۔ اور میں اس کا دامن ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اس کے بعد تم مجھے خواب میں دیکھو گے۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس کے بعد مجھے نیند بھی آئے گی۔

(۱۱۱)

مجنون تو کوہ را ز صحرا نشناخت — دیوانۂ عشق تو سر از پا نشناخت
ہر کس بتو رہ یافت ز خود گم گردید — آں کس کہ ترا شناخت خود را نشناخت

تیرا مجنوں کوہ و صحرا میں فرق نہ کر سکا اور تیرے دیوانۂ عشق نے

مراد و سیاہ میں تمیز نہ کی ۔ جو شخص تیری کنہ ذات سے آگاہ ہو گیا اس نے اپنی خودی کو گم کر دیا اور جس کو تیری معرفت حاصل ہو گئی وہ اپنی ہستی کو نہ پہچان سکا۔ سعدی ؎

ایں مدعیاں در طلبش بے خبر انند　　آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

(۱۱۲)

گر کار تو نیکوست بہ تدبیر تو نیست　　ور نیز بد است ہم بہ تقصیر تو نیست
تسلیم و رضا پیشہ کن شاد بزی　　چوں نیک و بد جہاں بہ تدبیر تو نیست

اگر تیرا کام درست ہے تو تیری تدبیر کی وجہ سے نہیں ہے اور اگر برا ہے تو بھی تیرا قصور نہیں ہے تو تسلیم و رضا کا پیشہ اختیار کر اور خوش رہ کیونکہ دنیا کے نیک و بد تیرے قبضۂ قدرت میں نہیں ہیں ؎

رضا بدادہ بدہ وز جبیں گرہ بکشا
کہ بر من و تو در اختیار نکشادہ است

(۱۱۳)

غازی کہ پئے شہادت اندر تگ و پوست　　غافل کہ شہید عشق فاضل تر ازوست
فردائے قیامت او بدیں کے ماند　　ایں کشتۂ دشمن است آں کشتۂ دوست

غازی جو شہادت کے لئے جد و جہد کر رہا ہے اس حقیقت سے نا آشنا ہے کہ شہید عشق کا مرتبہ اس سے فاضل تر ہے۔ کل قیامت کے دن وہ (غازی) اس (شہید عشق) کی برابری کب کر سکتا ہے کیونکہ اول الذکر دشمن کا مارا ہوا ہے اور ثانی الذکر دوست کی تیغ ناز کا شہید ہے۔

ہیچ

(۱۱۴)

اے در تو عیانہا و نہانہا ہمہ ہیچ   پیش از یقینہا و گمانہا ہمہ ہیچ
از ذات تو مطلقاً نشاں نتواں داد   کانجا کہ توئی بود نشانہا ہمہ ہیچ

اے وہ ذات جس کے سامنے تمام موجودات و مخفیات ہیچ ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر عالم تخیل میں یقین اور گمان بھی تیرے روبرو کوئی چیز نہیں ہیں تیری ذات کا نشان ہرگز نہیں مل سکتا کیونکہ جہاں تو ہے وہاں تمام نشان ہیچ ہیں۔

(۱۱۵)

اے یار رخت انور مہ و خور ہمہ ہیچ   با لعل لبت سلسبیل و کوثر ہمہ ہیچ
بودم ہمہ بیں چو تیز بیں شد چشمم   دیدم کہ ہمہ توئی و دیگر ہمہ ہیچ

اے وہ ذات! جس کے چہرے کے سامنے مہر و ماہ کی روشنی ہیچ ہے اور لعل لب کے مقابل کوثر و سلسبیل کچھ چیز نہیں ہیں میں ہمہ بیں تھا یعنی میری نظر وحدت بحت کے مشاہدہ کے بجائے عالم کثرت میں الجھی ہوئی تھی۔ لیکن جب میری نگاہیں تیز بیں ہوگئیں (تعینات کے پردے اٹھ گئے) تو میں نے دیکھا کہ محض تو ہی تو ہے اور تیرے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔

ح

(١١٦)

رخسارۂ من تازہ گل گلشن روح — نازک بود آنقدر کہ ہر شام و صبوح
نزدیک بدیدہ گر خیالش گزرد — از سایۂ خار دیدہ گردد مجروح

خار دیدہ = مژگاں ۔

میرا رخسار جو گلشن روح کا تازہ پھول ہے اس قدر نازک ہے کہ اگر صبح و شام کسی وقت اس کا خیال آنکھ کے نزدیک آجائے تو وہ (رخسار) پلکوں کے سائے ہی سے مجروح ہو جاتا ہے۔

میرے خیال میں "رخسارۂ من" کے بجائے "رخسارۂ آں" زیادہ موزوں ہے اس صورت میں "تازہ گل گلشن روح" سے نگار تازہ خیز (معشوق) مراد ہوگا۔

د

(١١٧)

در وصل ز اندیشۂ دوری فریاد — در ہجر ز درد ناصبوری فریاد
افسوس ز محرومی دیدار افسوس — فریاد ز درد ناصبوری فریاد

وصل میں ہجر کے خوف سے فریاد ہے اور ہجر میں درد ناشکیبائی کی وجہ سے فریاد ہے حرمان دیدار کے باعث ہزار افسوس ہے اور درد ناصبوری کے ہاتھوں سخت فریاد ہے۔

(۱۱۸)

دل از نظر تو جاودانی گردد — غم با الم تو شادمانی گردد
گر باد بدوزخ برد از کوئے تو خاک — آتش ہمہ آب زندگانی گردد

دل تیری نظرِ عنایت سے جاودانی زندگی حاصل کر لیتا ہے اور غم تیرے الم عشق کی موجودگی میں سراسر عشرت و شادمانی میں تبدیل ہو جاتا ہے اگر ہوا تیرے کوچے کی خاک دوزخ میں لے جائے تو اس کی تاثیر سے تمام آتش دوزخ آبحیات بن جائے۔

(۱۱۹)

طالع سرِ عافیت فروشی دارد — ہمت ہوس پلاس پوشی دارد
اینجا کہ بیک سوال بخشند دو کون — استغنائم سر خموشی دارد

میرے طالع (بخت) کو عافیت فروشی کا خیال ہے اور ہمت درویشانہ کا تقاضا ہے کہ ٹاٹ کا لباس الباس فقر پہنے۔ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں ایک سوال پر دونوں جہاں بخش دیتے ہیں۔ لیکن میرا استغنا (بے نیازی) خموشی کا آرزومند ہے (سوال کرنا نہیں چاہتا)۔

(۱۲۰)

این گبرک گمراہ کجا پیدا شد — وین صورت قہر از کجا پیدا شد
خورشید مرا ز چشم من پنہان کرد — این لکہ ابر از کجا پیدا شد

یہ نالائق گبر (نفس امّارہ) کہاں سے پیدا ہو گیا اور یہ قہر کی صورت کہاں سے نمودار ہو گئی۔ اس نے تو میری نظروں سے میرے آفتاب کو

اوجھل کر دیا یہ بادل کا ٹکڑا (حجاب و مانع) کہاں سے پیدا ہو گیا۔

(۱۲۱)

آں دشمن دوست بود دیدی کہ چہ کرد   تا اینکہ بخود را و رسیدی کہ چہ کرد
می گفت ہماں کنم کہ خواہد دل تو   دیدی کہ چہ گفت و شنیدی کہ چہ کرد

وہ دوست کا دشمن تھا تو نے دیکھا کہ اس نے کیا کیا اور تو نے اس معاملہ میں غور بھی کیا کہ اس نے کیا کیا۔ کہتا تو یہ تھا کہ میں تیری آرزو کے مطابق کام کرونگا۔ تو نے دیکھا کہ وہ کیا کہتا تھا اور تو نے سنا کہ اس نے کیا کیا (یعنی تو نے اس کے قول و فعل کو دیکھ لیا کہ ان میں کس قدر تباین و اختلاف ہے)۔

(۱۲۲)

زاں خوبتری کہ کس خیال تو کند   یا ہیچ مہی فکر وصال تو کند
شاید کہ بآفرینش خود نازد   ایزد کہ تماشائے جمال تو کند

تیرا حسن اس سے بالا تر ہے کہ تخیل انسانی اس کے لئے کوئی معیار قائم کر سکے یا کوئی تجھ جیسا آدمی تیری عظمت و شان کا تصور کر جائے۔ اگر خدا تیرے جمال کو دیکھ کر اپنی آفرینش پہ جو بھی ناز کرے تو بجا ہے تجھے زیبا ہے۔

(۱۲۳)

عاشق کہ نوائے تو نیابد چہ کند   شہباز کہ رستہ ز نیابد چہ کند
گر لب و دہن تو نیست ترا نجہ مشو   دیوانہ کہ زنجیر نیابد چہ کند

عاشق اگر فروتنی نہ کرے تو کیا کرے اور راتوں کو تیرے کوچہ میں نہ آئے تو کیا کرے اگر وہ تیری زلف کو بل دیتا ہے تو رنجیدہ نہ ہو کیونکہ دیوانہ زنجیر نہ چبائے تو کیا کرے۔

(۱۴۴)

مردانِ خدا ز خاکدانِ دگر اند ۔۔۔ مرغانِ ہوا ز آشیانِ دگر اند
منگر تو ازیں چشم بدیشان کایشان ۔۔۔ فارغ ز دو کون و در مکانِ دگر اند

مردانِ خدا کسی اور ہی سرزمین کے رہنے والے ہیں اور ان ہوا میں اڑنے والے پرندوں کا آشیانہ اور ہی ہے تو ان ظاہری آنکھوں سے ان کو نہ دیکھ۔ کیونکہ وہ دونوں جہان سے فارغ اور آزاد اور دوسرے ہی مکان کے مکین ہیں۔

(۱۴۵)

زاں پیش کہ طاقِ چرخِ اعلیٰ زدہ اند ۔۔۔ ویں بارگہِ سپہرِ مینا زدہ اند
ما در عدمِ آباد ازل خوش خفتہ ۔۔۔ بے ما رقمِ عشقِ تو بر ما زدہ اند

اس چرخ بلند اور اس فلک مینائی کی بارگاہ کی تعمیر سے پہلے ہم ازل کے عدم آباد میں میٹھی نیند سو رہے تھے۔ ہماری بے خبری ہی میں تیرا عشق ہمارے حصے میں لکھ دیا گیا تھا۔

(۱۴۶)

[illegible] ۔۔۔ یاران بہ علی مرتضیٰ بیعت کردند
[illegible] ۔۔۔ [illegible] بیعت کردند

اے ہوا! تجھ کو حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے روضۂ مبارک کی قسم - اور اے مینہ! تجھ کو حضرت علی المرتضیٰ کی قسم - خلق خدا گریہ وزاری کر رہی ہے اب بس کر دو - اور اے دریا! تجھ کو شہید کربلا (امام حسین رضؓ) کی قسم - تو رک جا اور آگے نہ بڑھ -

(۱۲۷)

اوّل آنکہ دلم عشق نگارم بربود ہمسایہ من ز نالۂ من نغنود
اکنوں کم شد چو نالہ و دردم بفزود آتش چو ہمہ گرفت کم گردد دود

اوّل اوّل جب میرے دل میں محبوب کا عشق پیدا ہوا تو میرے نالہ و فریاد کی وجہ سے میرے ہمسایہ کو نیند نہ آتی تھی - اب نالہ و فریاد کم ہو گیا ہے تو میرا درد بڑھ گیا ہے - جب آگ اچھی طرح بھڑک اٹھتی ہے تو دھواں کم ہو جاتا ہے -

(۱۲۸)

اوّل رخ خود بما نبایست نمود تا آتش ما بجائے دیگر گردد دود
اکنوں کہ نمودی و ربودی دل ما ناچار ترا زِ نسبر ما باید بود

مناسب تو یہ تھا کہ پہلے ہی ہمیں اپنا روئے زیبا نہ دکھاتے تا کہ ہماری آتش محبت کسی اور جگہ بھڑک اٹھتی - لیکن اب جبکہ جلوہ دکھا کر ہمارا دل چھین لیا ہے تو ناچار تم کو ہمارا محبوب اور دلبر ہو کر رہنا چاہیئے -

---

(۱۲۹)

هرگز دلم از یاد تو غافل نشود گر جان برود مهر تو از دل نشود
افتاد ز روئے تو در آئینهٔ دل عکسے که به هیچ وجه زائل نشود

میرا دل تیری یاد سے ہرگز ہرگز غافل نہیں ہو سکتا۔ اگر جان بھی چلی جائے تو تیری محبت دل سے زائل نہیں کی جا سکتی۔ میرے آئینۂ دل میں تیرے چہرے کا عکس ایسا پڑا کہ کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا۔

(۱۳۰)

پیریم ولے عشق چو دمساز آید هنگام نشاط و طرب و ناز آید
از زلف رسائے او کمندے فگنیم بر گردن عمر رفته تا باز آید

اگرچہ ہم بوڑھے ہیں لیکن عشق ہمارا رفیق و دمساز ہو جائے تو عیش و عشرت اور طرب و ناز کا زمانہ (عہد شباب) خود کر آئے۔ ہم اس (محبوب) کی زلف دراز کی کمند گردن عمر میں ڈال دیں تاکہ وہ واپس آجائے۔

(۱۳۱)

در باغ روم کوئے تو ام یاد آید بر گل نگرم روئے تو ام یاد آید
در سایهٔ سرو اگر دمے بنشینم سرو قد دلجوئے تو ام یاد آید

اگر میں باغ میں جاتا ہوں تو تیرا کوچہ یاد آجاتا ہے اور اگر پھول کو دیکھتا ہوں تو تیرا روئے زیبا یاد آجاتا ہے۔ اگر میں دم بھر کے لیے سرو کے سایے میں بیٹھتا ہوں تو تیرا دل کو لبھانے والا لوٹا سا قد یاد آجاتا ہے۔

(۱۳۲)

من صرفه برم چو بر صفم عدا زد　　مشتی خاشاک لطمه بر دریا زد
با تیغ برهنه ایم ور دست قضا　　شد کشته هر آنکه خویش را بر ما زد

اگر دشمن نے میری صف (فوج) پر حملہ کیا ہے تو میں ہی فائدے میں رہوں گا کیونکہ اس حملہ کی مثال ایسی ہے کہ مٹھی بھر تنکوں سے دریا کو تھپیڑا مارا ہو ظاہر ہے کہ وہ خود ہی بہہ جائیں گے۔ ہم قضا و قدر کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہیں جس نے ہم پہ حملہ کیا وہ خود ہی مارا گیا۔

(۱۳۳)

دلبر دل خسته رایگان می خواهد　　بفرستم اگر دلش چنان می خواهد
وانگاه بنظاره دیده بر ره بنهم　　تا مژده که آورد که جان می خواهد

محبوب میرے زخمی دل کو مفت ہی طلب کرتا ہے اگر اس کی یہی خواہش ہے تو میں اسے بھیج دوں گا اور پھر چشم براہ ہو کر بیٹھ جاؤں گا کہ دیکھوں یہ خوشخبری کون لاتا ہے کہ اب وہ جان مانگتا ہے۔

(۱۳۴)

ای خواجه ز فکر گور غم می باید　　اندر دل و دیده سوز و نم می باید
هر وقت برای کار دنیا داری　　یک وقت بکار گور هم می باید

اے خواجہ تجھے کچھ قبر کی فکر بھی چاہئے اور تیرے دل میں سوز اور آنکھوں میں آنسو بھی ہونے چاہئیں۔ دنیاداری کے ہر کام کے لئے تو وقت نکالتا ہے ایک وقت فکر گور کے لئے بھی چاہئے۔

(۱۳۵)

حوراں بنظارۂ نگارم صف زد — رضواں ز تعجب کف خود بر کف زد
آں خال سیہ بر آں رخاں مطرف زد — ابدال ز بیم چنگ در مصحف زد

ابدال۔ اولیاء اللہ کی وہ جماعت جن کی تعداد دنیا میں ہمیشہ ہم رہتی ہے۔ اگر ایک فوت ہو جاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ پیدا ہو جاتا ہے۔

مصحف۔ قرآن مجید۔ مصحف کو رخسار سے اور ابدال کو خال سے تشبیہ دی ہے۔

حوروں نے میرے محبوب کے نظارۂ جمال کے لئے پرا جما لیا اور رضواں (داروغۂ جنت) نے اس تعجب سے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ (یعنی اس کے حسن سے مسحور ہو گیا) اس سیاہ خال نے اس کے خوبصورت رخساروں پر حملہ کیا۔ گویا ابدال نے خوف کی وجہ سے قرآن پر پنجہ مارا۔

(۱۳۶)

جائیکہ تو باشی اثر غم نبود — آنجا کہ نہ باشی دل خرم نبود
آنرا کہ ز فرقت تو یک دم نبود — تا دامن زمین و آسمان کم نبود

اثر۔ نشان۔

جہاں تو ہو وہاں غم کا نشان نہیں رہتا اور جہاں تو نہ ہو وہاں کوئی دل خوش و خرم نہیں ہوتا۔ جس کو ایک لمحہ بھر کے لئے تیری جدائی نصیب نہ ہو اس کی خوشی زمین و آسمان کی وسعت سے بھی کم نہیں ہو سکتی۔

(۱۳۷)

خلقان تو اے جلال گوناگونند　　گاہے چو الف راست گہے چوں نونند
در حضرت اجلال خیال مجنوں　　کز خاطر و فہم آدمی بیرونند

اے خالق ذوالجلال! تیری مخلوق طرح طرح کی ہے جو کبھی تو الف کی طرح راست اور کشیدہ اور کبھی نون (ن) کی مانند کج و خمیدہ ہے تیری بارگاہ عظمت میں مجنوں کے خیالات آدمی کی عقل و فہم سے باہر ہیں۔

(۱۳۸)

انواع عطا گرچہ خدا مے بخشد　　ہر اسم عطیہ جدا مے بخشد
در ہر آنے حقیقت عالم را　　یک اسم بقا یکے فنا مے بخشد

اگرچہ خداوند قدوس! قسم قسم کے انعام و اکرام بخشتا ہے اس کا ہر اسم الگ الگ فیض پہنچاتا ہے ہر لحظہ عالم کی حقیقت کو ایک اسم فنا اور ایک بقا عطا کرتا ہے۔

(۱۳۹)

یارم ہمہ نیش بر سر خویش زند　　گویم کہ مزن ستیزہ را بیش زند
چوں در دل من مقام دارد شب و روز　　میترسم از آنکہ نیش بر خویش زند

نیش۔ ڈنک ٭ ستیزہ۔ لڑائی ٭

میرا دوست جس کے سر پر چرکا لگاتا ہے میں منع کرتا ہوں تو وہ زیادہ لڑتا ہے چونکہ وہ شب و روز میرے دل میں رہتا ہے اسلئے میں ڈرتا ہوں کہ مبادا اپنے ہی جسم پر زخم لگا بیٹھے۔

(۱۴۰)

ہر چند کہ جان عارف آگاہ بود کے در حرم قدس تواش راہ بود
دست ہمہ اہل کشف و ارباب شہود از دامن ادراک تو کوتاہ بود

اگرچہ عارف کو بوجہ تزکیۂ نفس و تصفیۂ باطن معرفت و آگہی حاصل ہوتی ہے لیکن تیری بارگاہ مقدس میں اس کی کب رسائی ہو سکتی ہے۔ تمام اہل کشف اور ارباب شہود کا ہاتھ تیرے دامن ادراک تک پہنچنے سے قاصر ہے۔

(۱۴۱)

دل خستہ و سینہ چاک میباید شد وز ہستی خویش پاک میباید شد
آں بہ کہ بخود پاک شویم اوّل کار چوں آخر کار خاک میباید شد

انسان کو دل خستہ اور سینہ چاک ہونا چاہیئے اور اپنی ہستی سے پاک ہو جانا چاہیئے جب آخر کار ہمیں خاک (فنا) ہوتا ہے تو بہتر یہی ہے کہ بمصداق موتوا قبل ان تموتوا ہم پہلے ہی اپنی ہستی سے گزر جائیں۔

(۱۴۲)

عاشق چو شوی تیغ بسر باید خورد زہرے کہ رسد ہمچو شکر باید خورد
ہر چند ترا بر جگر آبے نبود دریا دریا خون جگر باید خورد

اگر تو عاشق ہو جائے تو تجھے سر پر تلوار بھی کھانی چاہیئے اور اگر زہر بھی ملے تو شکر سمجھ کر کھانا چاہیئے خواہ تیرے جگر پہ پانی نہ ہو پھر بھی بکثرت خون جگر پینا چاہیئے۔

(۱۴۳)

نقاش اگر زموئے پُرکار کند   نقش دہن تنگ تو دشوار کند
آں تنگی و نازکی کہ دارد دہنت   ترسم کہ نقش لب تو انکار کند

اگر مصوّر بال سے پرکار بنائے تو پھر بھی تیرے دہن تنگ کی تصویر اتارنے میں بمشکل کامیاب ہو سکے گا۔ تیرے دہن میں اس قدر تنگی و نزاکت ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہیں سانس لب پہ آنے سے انکار نہ کر دے۔

(۱۴۴)

ہر کو بہ تو سر کرا سر و کار رفتند   از سجدۂ دیر و کعبہ بیزار رفتند
گر زلف تو در کعبہ فشاند دامن   اسلام بدست و پائے زنّار رفتند

جس کو تیرے کوچے سے سروکار ہوتا ہے وہ دیر و کعبہ کے سجدہ سے بیزار ہو جاتا ہے۔ اگر تیری زلف کعبہ میں دامن افشانی کرے تو اسلام زنّار کے ہاتھ چوم لے اور اس کے پاؤں پڑ جائے۔

(۱۴۵)

آنرا کہ حدیث عشق در دل گردد   باید کہ ز تیغ عشق بسمل گردد
از خاک تپاں تپاں بخ آغشتہ بخوں   برخیزد و گرد سر قاتل گردد

جس کے دل میں عشق کی باتیں اثر انداز ہو جاتی ہیں اسے چاہیئے کہ تیغ عشق سے گھائل ہو جائے۔ تڑپتا ہوا اور خون میں لتھڑا ہوا خاک سے اٹھے اور قاتل کے سر پہ قربان ہو جائے۔

(گرد سر گشتن۔ قربان ہونا ۔ آغشتہ۔ لتھڑا ہوا ۔)

(۱۴۶)

درویشاں ہرچہ ہست ہم ایشانند — در صفۂ یار در صف پیشانند
خواہی کہ مس وجود زر گردانی — با ایشاں باش کیمیا ایشانند

وہ درویش لوگ ہیں جو کچھ بھی ہے وہی ہیں۔ محبوب کے دربار میں صف اول میں وہی ہیں اگر تو اپنے وجود کے تانبے کو سونا بنانا چاہتا ہے تو ان کے ساتھ رہو کیونکہ کیمیا وہی ہیں۔

(۱۴۷)

زاں نالہ کہ در بستر غم دوشم بود — غمہائے جہاں جملہ فراموشم بود
یاراں ہمہ درد من شنیدند و لے — یارے کہ درو کرد اثر گوشم بود

جو نالہ میں کل رات بستر غم پر کر رہا تھا۔ اس کی وجہ سے مجھے تمام رنج والم بھولے ہوئے تھے۔ تمام دوستوں نے میرے درد کی رام کہانی سنی مگر وہ یار جس پر کچھ اثر ہوا میرا اپنا ہی کان تھا۔

(۱۴۸)

آورد صبا گلے ز گلزار امید — یا روح قدس بشیری افگند نوید
یا کرد قضا عشق ورقے از خورشید — یا نامہ یار ہست کہ آورد برید

روح القدس۔ جبریلؑ ٭ نوید۔ خوشخبری ٭

امید کے باغ سے ہوا ایک پھول لائی ہے یا روح القدس نے سعید بشیر پھینک دیا ہے یا قضا نے سورج کا ایک ورق پھاڑ ڈالا ہے یا دوست کا خط ہے جو وصال کی خوشخبری لایا ہے۔

(۱۴۹)

دل وقت سماع بوئے دلدار برد ما را بسرا پردۂ اسرار برد
ایں زمزمہ مرکبیست مر روح ترا بردارد و خوش بعالم یار برد

دل سماع کے وقت محبوب کی بو پاتا ہے اور ہم کو سرا پردۂ اسرار میں لے جاتا ہے۔ یہ زمزمہ درحقیقت تیری روح کے لئے سواری ہے جو تجھے اٹھا کر خوش خوش یار کی بارگاہ میں پہنچا دیتا ہے۔

(۱۵۰)

اے رہ ز حسد پیش ببرون نشود خودبیناں را معرفت افزوں نشود
آں فقر کہ مصطفےٰ بداں فخر کند آنجا نرسی تا جگرت خوں نشود

اے مخاطب! حسد سے راہ معرفت طے نہیں ہوتی اور مغرور و خود بیں لوگ اس (معرفت) سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتے۔ وہ فقر جس پر رسول کریم صلعم کو فخر و ناز تھا (بمجواۓ الفقر فخری و الفقر منی) جب تک تیرا جگر خون نہ ہو جائے حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۱۵۱)

دل صافی کن کہ حق بدل می نگرد دلہائے پراگندہ بیک جو نخرد
اے ہر کہ کند صاف دل از بہر خدا گوئے ز ہمہ مردم عالم ببرد

تو اپنے دل کو صاف کر کیونکہ اللہ تعالیٰ دل ہی کو دیکھتا ہے اور پریشان و پراگندہ دلوں کی قدر ایک جو کے برابر بھی نہیں کرتا۔ اے مخاطب! جو شخص خدا کے لئے تصفیہ قلب کرتا ہے وہ تمام اہل جہان سے ممتاز ہو جاتا ہے۔

(۱۵۲)

درسلسلۂ عشق تو جاں خواہم داد　　در عشق تو ترکِ خانماں خواہم داد
روزے کہ ترا بہ بینم اے عمرِ عزیز　　آں روز بعیش بداں کہ جاں خواہم داد

تیرے عشق کے سلسلہ میں اپنی جان دیدونگا اور تیری محبت میں خانماں برباد ہو جاؤنگا - اے عمرِ عزیز (محبوب) جس روز میں تجھے دیکھ لونگا تو یقین رکھ کہ فرطِ انبساط سے اپنی جان تجھ پر قربان کر دونگا -

(۱۵۳)

رفتم بکلیسائے ترسا و یہود　　ترسا و یہود جملگی رو بتو بود
بر یادِ وصالِ تو بہ بتخانہ شدم　　تسبیحِ بتاں زمزمۂ عشقِ تو بود

میں یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہوں میں گیا تو دیکھا کہ یہود و نصاریٰ سب تیری ہی طرف متوجہ ہیں میں تیرے وصال کی یاد میں بتخانہ میں گیا - تو وہاں بھی بتوں کی تسبیح تیرے ہی عشق کا نغمہ تھا ۔

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتوِ آں　　ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

(۱۵۴)

گر عشق دلِ مرا خریدار افتد　　کارے بکنم کہ پردہ از کار افتد
سجادۂ پیرِ چناں افشانم　　کز ہر تارے ہزار زنار افتد

اگر عشق میرے دل کی خریداری پر مائل ہو جائے تو میں کام کروں کہ سب کچھ الم نشرح ہو جائے پرہیزگاری کا سجادہ اس طرح سے جھاڑوں کہ ہر ایک تار سے ہزاروں زنار گریں (زہد ریائی کا تار تار بکھیر دوں) -

(۱۵۵)

آں رشتہ کہ بر لعل لبت سودہ شود — وز نوش دہان اشک آلودہ شود
خواہم کہ بدیں سینہ چاکم دوزی — شاید کہ ز غمہائے تو آسودہ شود

وہ دھاگا جو تیرے لب لعل سے مس اور تیرے لعاب دہن سے نم آلود ہوا ہو۔ میری آرزو ہے کہ تو اس کے ساتھ میرے چاک سینہ کو بخیہ کرے ممکن ہے کہ مجھے تیرے غم سے نجات و آسودگی حاصل ہو جائے۔

(۱۵۶)

گر عدل کنی شیر جہانت خوانند — ور ظلم کنی سگ عوانت خوانند
چشم خرد ت باز کن و نیک ببیں — تا زیں دو کدام بہ کہ آنت خوانند

اگر تو عدل کرے تو تجھے جہان میں فتنہ و فساد پیدا کرنے والا کہتے ہیں اور اگر تو ظلم کرے تو تجھے کاٹ کھانے والا کتا کہتے ہیں تو چشم خرد کو کھول اور غور سے دیکھ کہ تجھے ان دونوں باتوں میں سے کیا کہیں تو بہتر ہے۔

(۱۵۷)

آنہا کہ ز معبود خبر یافتہ اند — از جملہ کائنات سر تافتہ اند
در بوتہ ہمی کنند مردان ز نظر — مردان ہمہ از تقرب نظر یافتہ اند

جن لوگوں کو معبود حقیقی کی کچھ خبر ہو گئی ہے انہوں نے تمام کائنات سے منہ موڑ لیا ہے۔ مردان خدا کا سنہ چشم سے انوار و تجلیات الٰہی کی گدا گری کرتے ہیں۔ اور انہوں نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے اسی قرب نظر سے حاصل کیا ہے۔

(۱۵۸)

اندر گہ نقش کوہ و ہامون بستند   ترکیب سہی قدان موزون بستند
پابستہ بزنجیر جنون من بودم   مردم سخنے بپائے مجنون بستند

اسی بارگاہ سے کوہ و صحرا کا نقش باندھا ہے اور موزون سہی قد معشوق عالم ظہور میں آئے ہیں۔ جنون کی زنجیر میں خود ہی مقید و پابست تھا لوگوں نے مجنوں کے متعلق باتیں بنانا شروع کیں۔ (من سے ہستی مطلق مراد ہے) ہے

چو ہست مطلق آید در عبارت   بلفظ من کنند از وے اشارت

(۱۵۹)

تا مرد بہ تیغ عشق بے سر نشود   اندر رہ عشق و عاشقی سر نشود
ہم یار طلب کنی و ہم سر خواہی   آرے خواہی و لے میسر نشود

جب تک آدمی سر تیغ عشق کے نیچے نہیں دھرتا عشق و عاشقی کے راستہ میں سرفراز نہیں ہوتا۔ تو یار کا بھی طلبگار ہے اور سر کی بھی فکر رکھتا ہے بیشک تو ان دونوں باتوں کا آرزومند ہے مگر ایسا ہو نہیں سکتا۔

(۱۶۰)

صوفی بسماع سر ازان افشاند   تا آتش خویشتن دمے بنشاند
عاقل داند کہ دایہ گہوارۂ طفل   از بہر سکون طفل مے جنباند

صوفی سماع کے وقت اس لئے سر ہلاتا ہے کہ شاید دل کی آگ کو تھوڑے تسکین ہو جائے۔ عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ دایہ بچے کے گہوارہ کو اس لئے ہلاتی ہے کہ بچے کو آرام و سکون حاصل ہو۔

(۱۶۱)

گفتی کہ شب آئیم ار چہ بیگاہ شود شاید کہ زبان خلق کوتاہ شود
بر خفتہ کجا نہان توانی کردن کز بوئے خوش تو مردہ آگاہ شود

تو کہتا ہے کہ میں رات کو آؤنگا گو بیوقت ہی ہو ممکن ہے کہ لوگوں کی زبان کوتاہ (بند) ہو جائے تو اپنی آمد کے راز کو سوئے ہوئے سے کیونکر پوشیدہ رکھ سکتا ہے تیری بو سے تو مردے بھی آگاہ ہو جاتے ہیں۔

(۱۶۲)

بخشائے بر آنکہ جز تو یارش نبود جز خوردن اندوہ تو کارش نبود
در عشق بالیقین بنا شد کہ دمے ہم با تو و ہم بے تو قرارش نبود

تو اس غمزدہ کے حال پر لطف و کرم کر جس کا تیرے سوا کوئی یار و غمگسار نہ ہو اور تیرا غم کھانے کے علاوہ اس کا کوئی کام نہ ہو۔ عشق میں یقیناً ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ کہ خواہ تیرا وصال ہو یا فراق اسے دم بھر کے لئے بھی قرار و اطمینان حاصل نہ ہو۔

(۱۶۳)

گویند کہ محتسب گمانے نبرد این پردہ تو پیش جہانے ندرد
گویم کہ ازین شراب اگر محتسب است دریا بدو قطرہ بجانے نخرد

محتسب۔ اسلامی سلطنتوں میں ایک عہدہ دار ہوتا ہے جو لوگوں کو خلاف شرع امور خصوصاً شراب خواری وغیرہ سے روکتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محتسب کو تیری شراب خواری کا گمان ہو

جائے اور وہ جہان میں تجھے رسوا کر دے تو میں جواب دیتا ہوں کہ اگر محتسب
کو بھی یہ شراب مل جائے تو وہ اس کا ایک قطرہ جان کے عوض خرید لے۔

(۱۶۴)

شب خیز کہ عاشقان بشب راز کنند گرد در و بام دوست پرواز کنند
ہر جا کہ درے بود بشب بر بندند الا در دوست را کہ شب باز کنند

تو رات کو بیدار رہ کہ عاشق رات کے وقت راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں۔
اور محبوب کے در و بام کے گرد پرواز کرتے ہیں۔ جہاں کہیں دروازہ ہو رات کو
بند کر دیتے ہیں لیکن دوست کا دروازہ ایسا ہے کہ رات کے وقت کھلتا ہے۔

(۱۶۵)

از شبنم عشق خاک آدم گل شد شورے برخاست فتنہ او حاصل شد
سر نشتر عشق بر رگ روح رسید یک قطرہ فرو چکید و نامش دل شد

عشق کی شبنم سے انسان کی مٹی گوندھی گئی ایک شور برپا ہوا اور اس
کا فتنہ حاصل ہو گیا۔ عشق کی نشتر کی نوک روح کی رگ میں لگی اور اس سے
ایک قطرہ لہو کا ٹپکا جس کا نام دل رکھ دیا۔

(۱۶۶)

در عشق تو گاہ بت پرستم گویند گہ رند و خراباتی و مستم گویند
اینہا ہمہ از بہر شکستم گویند من شادم از آنکہ ہر چہ ہستم گویند

تیرے عشق میں کبھی تو مجھے بت پرست کہتے ہیں اور کبھی رند، خراباتی
اور مست کے نام سے موسوم کرتے ہیں لوگ یہ سب باتیں مجھے شکست دینے

کے لئے کہتے ہیں لیکن میں خوش ہوں کہ جو کچھ میں ہوں وہی کہتے ہیں۔

(۱۶۷)

نے دیدہ بود کہ جستجویش نہ کند
نے کام و دہاں کہ گفتگویش نکند

ہر دل کہ در و بوئے وفائے نبود
گر پیش سگ افگنند بویش نکند

وہ آنکھ ہی نہیں جو اس کی جستجو نہ کرے اور وہ حلق اور زبان ہی نہیں جو اس کی جستجو نہ کرے اور جس دل میں وفا کی بو نہ ہو اگر اسے کتّے کے سامنے ڈال دیں تو وہ اسے سونگھنا بھی گوارا نہ کرے۔

(۱۶۸)

آساں گل باغ مدعا نتواں چید
بے سرزنش خار وفا نتواں چید

بشگفتہ گل مراد بر شاخ امید
تا سر نہی بزیر پا نتواں چید

باغ آرزو کا پھول بآسانی اور خار وفا کی خلش کے بغیر نہیں چنا جا سکتا شاخ امید پہ گل مراد خنداں ہے مگر جب تک تم اس شاخ کے سرے کو پاؤں کے نیچے نہ دباؤ گے یعنی تکلیف برداشت کر کے اسے سرنگوں نہ کرو گے۔ وہ ہاتھ نہ آئے گا۔ بہر یک گل زحمت صد خارے باید کشید

(۱۶۹)

آں روز کہ نور بر ثریا بستند
ویں منطقہ بر میان جوزا بستند

در کتم عدم لبان آتش بر شمع
عشقت بہزار رشتہ بر ما بستند

جس روز ثریّا کو نور عطا ہوا اور یہ پٹکا جوزا کی کمر میں باندھا گیا پردۂ عدم میں تیرا عشق ہم پہ ہزاروں رشتوں سے اس طرح ہم پہ باندھا گیا جیں

طرح شمع پہ آگ (یعنی ہمارا عشق ازلی ہے)۔

(۱۷۰)

در دوزخم ار زلف تو در چنگ آید — از حال بہشتیاں مرا ننگ آید
گر بے تو بہ صحرائے بہشتم خوانند — صحرائے بہشت بر دلم تنگ آید

اگر دوزخ میں تیری زلف میرے ہاتھ لگ جائے تو بہشتیوں کے حال سے مجھے ننگ و عار ہو (بہشت میری نظروں میں بے وقعت ہو جائے) اور اگر تیرے بغیر مجھے صحرائے بہشت میں تو صحرائے بہشت کی وسعت مجھ پہ تنگ ہو جائے۔

(۱۷۱)

در مدرسہ اسباب عمل مے بخشند — در میکدہ لذت ازل مے بخشند
آنجا کہ بنائے خانۂ رندان است — سرمایۂ ایماں بہ سبل مے بخشند

مدرسہ میں اسباب عمل بخشتے ہیں اور میکدہ میں لذت ازل عطا ہوتی ہے لیکن جس جگہ رندوں کے گھر کی بنیاد قائم ہے وہاں راہ چلتے مسافروں کو سرمایۂ ایمان سے مالامال کر دیتے ہیں۔

(۱۷۲)

ہوشم نہ موافقاں و خویشاں بردند — ایں کج کلہاں موے پریشاں بردند
گویند چرا تو دل بدیشاں دادی — واللہ کہ من ندادم ایشاں بردند

میرے ہوش و حواس کو احباب و اقربا نے نہیں لوٹا بلکہ ٹیڑھی ٹوپی والے اور پریشان زلفوں والے معشوق اڑا لے گئے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ تو نے ان کو کیوں دل دیا۔ بخدا میں نے نہیں دیا وہ خود ہی لے گئے ہیں۔

(۱۷۳)

عاشق ہمہ دم فکر غم دوست کند   معشوق کرشمہ کہ نکوست کند
ما جرم و گنہ کنیم و او لطف و کرم   ہر کس چیزے کہ لائق اوست کند

عاشق ہر وقت غم دوست کی فکر میں محو رہتا ہے اور معشوق بہترین ناز و انداز کرتا ہے ہم جرم و گنہ کرتے ہیں اور وہ لطف و کرم کرتا ہے۔ ہر شخص وہی کرتا ہے جو اس کے لائق و سزاوار ہے۔

(۱۷۴)

از لطف تو ہیچ بندہ نومید نہ شد   مقبول تو جز مقبل جاوید نہ شد
مہرت بکدام ذرہ پیوست دمے   کاں ذرہ بہ از ہزار خورشید نہ شد

تیرے لطف و کرم سے کوئی بندہ نومید نہیں ہوا جو شخص تیری بارگاہ میں مقبول ہو گیا وہ مقبل جاوید ہو گیا۔ جس ذرہ کے ساتھ دم بھر کے لئے تیری محبت وابستہ ہو گئی وہ ذرہ ہزار سورج سے بہتر ہو گیا۔

(۱۷۵)

شادم بدمے کہ در آرزویت گذرد   خوشدل بحدیثے کہ ز رویت گذرد
نازم بدو چشمے کہ بسویت گذرد   بوسم کف پائے کہ بکویت گذرد

میں اس وقت (مدت) سے خوش ہوں جو تیری آرزو میں گذر جائے اور اس گفتگو سے خوش ہوں جو تیرے روئے زیبا سے متعلق ہو ان آنکھوں پہ فخر و ناز کرتا ہوں جو تیرے دیدار سے بہرہ اندوز ہوں۔ ان پاؤں کو بوسہ دیتا ہوں جو تیرے کوچہ میں سے گذریں۔

(۱۶۶)

ما را نبود دلے کہ خرم گردد　　خود بر سر کوئے ما طرب گم گردد
گر شادی عالمی بما روئے دہد　　چوں بر سر کوئے ما رسد غم گردد

ہمیں تو وہ دل حاصل نہیں جو کبھی خوش ہو خوشی ہمارے کوچہ میں سے گم گذرتی ہے اگر تمام دنیا کی خوشی و مسرت ہماری طرف متوجہ ہو تو جس وقت ہمارے کوچے میں پہنچے غم میں تبدیل ہو جائے ۔

(۱۶۷)

در چنگ غم تو دل سرودے نکند　　پیش تو فغان و نالہ سودے نکند
نالیم بنالہ کہ آگہ نہ شوی　　سوزیم با آتشے کہ دودے نکند

چنگ ۔ پنجہ ، ایک ساز کا نام بھی ہے جسے سارنگی کہتے ہیں اسی کی رعایت سے سرود کا لفظ استعمال ہوا ہے ؎

تیرے غم کے پنجہ میں دل نغمہ پرداز نہیں ہوتا کیونکہ تیرے سامنے نالہ و فریاد بے سود ہے ہم اس طرح روتے ہیں کہ تجھے خبر نہیں ہوتی اور ایسی آگ سے جلتے ہیں کہ دھواں تک نہیں ہوتا ۔

(۱۶۸)

قدت قد من ز بار محنت خم کرد　　چشمت چشم ز چشمہا پر نم کرد
خالت حالم چو روز من تیرہ نمود　　زلفت کارم چو کار خود درہم کرد

تیرے قد نے میرے قد کو بار محنت (بار غم عشق) سے خمیدہ کر دیا اور تیری آنکھوں نے میری آنکھوں میں نمی کے چشمے پیدا کر دیئے ۔ تیرے خال

میرے حال کو میرے روزگار کی مانند سیاہ و تاریک کر دیا اور تیری پراگندہ زلف نے میرے کام کو اپنی طرح درہم و برہم کر دیا۔

(۱۷۹)

از دفتر عشق ہر کہ فردے دارد　　اشک گلگون و چہرہ زردے دارد
بر گرد سرے شود کہ سوزیست درو　　قربان دلے رود کہ دردے دارد

دفتر عشق میں سے جس کے پاس ایک فرد بھی ہے وہ خونیں آنسو اور زرد چہرہ رکھتا ہے اور وہ اس سر پر نثار ہو جاتا ہے جس میں سوز ہو اور اس دل پر قربان ہو جاتا ہے جس میں درد ہو۔

(۱۸۰)

با علم اگر عمل برابر گردد　　کام دو جہاں ترا میسر گردد
مغرور مشو بخود کہ خواندی ورقے　　زاں روز حذر کن کہ ورق بر گردد

اگر علم کے ساتھ اس کے مساوی عمل بھی شامل ہو جائے تو تیری دو جہان کی آرزوئیں بر آئیں۔ تو مغرور نہ ہو کہ چند ورق پڑھ لئے ہیں بلکہ اس دن سے ڈر جبکہ ورق الٹ جائیگا (یعنی روز قیامت)۔

(۱۸۱)

گر دشمن مردان ہمگی حرق شود　　ہم برق صفت بخویشتن برق شود
گر سنگ بہ مثل درون دریا برود　　دریا نشود پلید سنگ غرق شود

اگر مردان خدا کا دشمن سراپا آتش بن جائے تو وہ برق سوزاں کے مانند اپنی ہی آگ میں جل جائیگا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی کتا

دریا میں چلا جائے تو دریا پلید نہیں ہوگا کتا غرق ہو جائیگا۔

(۱۸۲)

مردان تو دل بمہر گردوں نہ نہند　　لب بر لب این کاسہ پرخوں نہ نہند
در دائرہ اہل وفا چوں پرکار　　گر سر بنہند پائے بیروں نہ نہند

تیری محبت کے مرد میدان آسمان کی مہر و محبت پر فریفتہ نہیں ہوتے۔
اور اس کاسہ پرخون کو منہ نہیں لگاتے اور اہل وفا کے دائرہ میں پرکار کی
مانند اگر سر رکھتے ہیں تو پاؤں اس دائرہ سے باہر نہیں نکالتے۔

(۱۸۳)

ز اوّل رہ عشق تو مرا سہل نمود　　پنداشت رسد بمنزل وصل تو زود
گامے دو سہ رفت و راہ را دریا دید　　چوں پائے درون نہاد موجش بربود

ابتدا میں تیرے عشق کا راستہ مجھے آسان معلوم ہوا اور دل نے سمجھا کہ
تیری منزل وصل تک جلدی پہنچ جاؤنگا۔ لیکن دو تین ہی قدم چلا تھا کہ راستہ
دریا معلوم ہونے لگا۔ اور جب قدم اس دریا میں رکھا تو موج بہا کرلے گئی۔

(۱۸۴)

گر پنہاں کرد عیب و گر پیدا کرد　　منت دارم از و کہ بس بجا کرد
تاج سر من خاک کف پائی کسی است　　کو چشم مرا بعیب من بینا کرد

خواہ اس نے میرے عیب کو چھپایا یا اسکو ظاہر کردیا میں اس کا ممنون منت
ہوں کہ اس نے جو کچھ بھی کیا بالکل بجا کیا۔ اور درست کیا میرے سر کا تاج اس
شخص کے پاؤں کی خاک ہے جس نے میری آنکھ کو میرے عیب سے آشنا کردیا۔

(۱۸۵)

کامل ز یکے ہنر دہ و صد بیند — ناقص ہمہ جا معائب خود بیند
خلق آئینہ چشم و دل یک دگرند — در آئینہ نیک نیک و بد بد بیند

کامل آدمی ایک ہنر میں سینکڑوں خوبیاں دیکھتا ہے اور ناقص کو ہر جگہ اپنے ہی عیوب و نقائص نظر آتے ہیں۔ مخلوق باہم ایک دوسرے کی آنکھ اور دل کا آئینہ ہے اور آئینہ میں اچھا چہرہ اچھا اور برا برا معلوم ہوتا ہے۔

سمجھتا ہوں میں عکس آئینہ اس کو — کسی میں جو عیب و ہنر دیکھتا ہوں

(۱۸۶)

گلزار وفا ز خار من می روید — اخلاص ز رہگذار من می روید
در فکر تو دوش سر بزانو بودم — امروز گل از کنار من می روید

وفا کا گلزار میرے خار سے اگتا ہے اور اخلاص میرے رہگذر سے پیدا ہوتا ہے۔ میں کل تیرے تصور میں سر بزانو تھا۔ آج میری آغوش سے پھول اگ رہے ہیں۔

(۱۸۷)

در دل ہمہ شرک و روئے بر خاک چہ سود — با نفس پلید جامۂ پاک چہ سود
زہر است گناہ و توبہ تریاق و لیکن — چوں زہر بجاں رسید تریاک چہ سود

جب دل شرک سے لبریز ہے تو ایسی حالت میں سجدہ کرنے سے کیا فائدہ؟ اور نفس پلید کے ساتھ ستھرے لباس سے کیا حاصل؟ گناہ زہر اور توبہ اس کا تریاق ہے جب زہر جان میں اثر کر جائے تو تریاق سے فائدہ؟

(۱۸۸)

خرم دل آنکہ از ستم آہ نہ کرد　　کس را ز درون خویش آگاہ نہ کرد
چون شمع ز سوز دل سراپا بگداخت　　وز دامن شعلہ دست کوتاہ نہ کرد

وہ بہت خوشدل آدمی ہے جس نے کسی کے جور و ستم پر بھی آہ نہ کی۔ اور کسی کو اپنے باطن سے آگاہ ہونے کا موقع نہ دیا۔ شمع کی مانند سوزِ دل سے سراپا جل گیا مگر شعلے کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

(۱۸۹)

تا ولولۂ عشق تو در گوشم شد　　عقل و خرد و ہوش فراموشم شد
تا یک ورق از عشق تو از بر کردم　　سی صد ورق از علم فراموشم شد

ولولہ کے بجائے غلغلہ زیادہ موزوں ہے ؎

جب سے تیرے عشق کا غوغا میں نے سنا عقل و خرد اور ہوش و حواس سب جاتے رہے۔ اور جب میں نے تیرے عشق کا ایک ورق ازبر کیا تو علومِ ظاہری کے تین ہزار ورق فراموش ہو گئے۔

(۱۹۰)

گوشم چو حدیث درد چشم تو شنید　　فی الحال دلم خون شد و از دیدہ چکید
چشم تو نکو شود ببین چون نگری　　تا کور شود ہر آنکہ نتواند دید

جب میرے کان نے تیرے درد چشم کی بات سنی تو فوراً ہی میرا دل خون ہو کر آنکھوں سے ٹپک گیا۔ جب تو میری طرف دیکھے تو تیری آنکھ اچھی ہو جائے اور حاسد اگر یہ گوارا نہ کرے تو وہ اندھا ہو جائے۔

(۱۹۱)

یک نیم رحمت است منکر بعید | یک نیم دگر ان عذابی لشد ید
بر گرد رخت نوشته یحیی و یمیت | من مات من العشق فقد مات شہید

تیرا نصف چہرہ ایسی تم سے دور نہیں ہوں) ہے اور نصف دیگر (یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے) ہے۔ تیرے چہرے کے گرد (زندہ کرنیوالا اور مارنیوالا) لکھا ہوا ہے۔ (جو شخص تیرے عشق میں مر گیا وہ شہید ہو گیا) ۔

(۱۹۲)

دردا کہ ہمی روی بیرہ باید کرد | دین مفرش عاشقی دو تہ باید کرد
بر طاعت و خیر خود نباید نگریست | بر رحمت و فضل او نگہ باید کرد

افسوس کہ تو جا رہا ہے اب تجھ کو الوداع کہنا چاہیے اور عشق و عاشقی کے بستر کو لپیٹ دینا چاہیے۔ اپنی عبادت اور نیکی پر نظر نہ کرنی چاہیے۔ بلکہ اس کے فضل و کرم پر بھروسہ کرنا چاہیے ۔

(۱۹۳)

آن وقت کہ این انجم و افلاک نبود | وین آب و ہوا و آتش و خاک نبود
اسرار یگانگی سبق مے گفتم | وین قالب و این ذا و ادراک نبود

جس وقت یہ ستارے اور آسمان نہ تھے۔ اور عناصر اربعہ کا بھی وجود نہ تھا (یعنی آفرینش کائنات سے پہلے) میں اسرار یگانگی کا سبق پڑھایا کرتا تھا۔ اگرچہ یہ جسم اور آواز اور عقل و ادراک بھی مجھے حاصل نہ تھے۔

(۱۹۴)

اے عشق بدرد تو سرے مے باید
صیدے تو زمن قوی ترے مے باید
من مرغ بیک شعلہ کبابم۔ بگذار
کایں آتش را سمندرے مے باید

سمندر۔ آگ میں پیدا ہونے والا کیڑا۔

اے عشق! تیرے درد کے لئے کوئی سر چاہئے اور تیرا شکار مجھ سے زیادہ قوی ہونا چاہیے میں ایسا مرغ ہوں کہ ایک ہی شعلہ پر کباب ہو جاؤں گا اس لیے مجھے چھوڑ دے کیونکہ اس آگ (آتش عشق) کے لیے تو کسی سمندر کی ضرورت ہے۔

ر

(۱۹۵)

گفتم چشمم گفت براہش مے دار
گفتم جگرم گفت پر آتش مے دار
گفتم کہ دلم گفت چہ داری در دل
گفتم غم تو گفت نگاہش مے دار

میں نے کہا میری آنکھ۔ اس نے کہا اسے راستہ پر لگائے رکھ (انتظار میں محو رکھ) میں نے کہا میرا جگر۔ فرمایا اسے آہ و زاری میں مصروف رکھ میں نے کہا میرا دل۔ پوچھا دل میں کیا ہے میں نے کہا تمہارا غم ارشاد ہوا اسکی نگہداشت کر۔

(۱۹۶)

یارب بکشا گرہ ز کار من زار
رحمے کن و ز خلق عاجزم در بیکار
جز در گہ تو کجا بودم در گاہے
محرومم ازیں در مکن اے غفار

اے پروردگار! مجھ نحیف و ناتواں کی مشکل کشائی کر اور رحم فرما۔ کیونکہ میں تمام امور میں مخلوق کے ہاتھوں تنگ آگیا ہوں اور تیری بارگاہ کے سوا میرا کوئی ملجا و ماوے نہیں اس لیے مجھے اپنی بارگاہ سے محروم نہ رکھ۔

بابا طاہرؒ

موام کز در بران سوتہ آیم   تو ہمراز در برانی واکہ پوشم

(۱۹۷)

یارب بدو نور دیدہ پیغمبرؐ   یارب بدو شمع دودمان حیدرؓ
بر حال من از عین عنایت بنگر   دارم نظرے آنکہ نیفتم ز نظر

دودمان - خاندان ٭ عین - آنکھ ٭

اے پروردگار! پیغمبر صلعم کے دونوں نور نظر (حضرت امام حسن اور امام حسین) کی طفیل، اور خاندان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دونوں شمعوں (حسنین رضؓ) کے صدقے میرے حال پر عین عنایت سے نظر کر۔ میں امید رکھتا ہوں کہ نظر سے نہ گراؤنگا۔

(۱۹۸)

در بزم تو اے شوخ منم زار و اسیر   در کشتن من ہیچ نداری تقصیر
با غیر سخن کنی کہ از رشک بسوز   سویم نکنی نظر کہ از غصہ بمیر

اے شوخ! تیری بزم میں ایک میں ہی زار و اسیر ہوں جس کے قتل کرنے میں تجھے ذرا بھی دریغ نہیں تو غیر کے ساتھ باتیں کرتا ہے کہ میں رشک سے جل جاؤں اور میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تاکہ میں غصے سے مر جاؤں۔

(١٩٩)

گر دور فتادم از وصالت بضرور　　دارد دلم از یاد تو صد نوع حضور

خاصیت سایۂ تو دارم که مدام　　نزدیک توام اگرچه می افتم دور

اگرچہ میں مجبوراً تیرے وصال سے دور جا پڑا ہوں لیکن تیری یاد سے ہر طرح کی حضوری حاصل ہے میں تیرے سایہ کی خاصیت رکھتا ہوں کہ باوجود دور رہنے کے ہمیشہ تیرے نزدیک رہتا ہوں۔

(٢٠٠)

خورشید چو بر فلک زند رایت نور　　در پرتو آں خیره شود دیده ز دور

واندم که کند ز پردۂ ابر ظهور　　فالناظر یجتلیه من غیر قصور

رایت - جھنڈا ؎

جب سورج آسمان پر نور کا جھنڈا گاڑ دیتا ہے تو اس کی روشنی کی وجہ سے آنکھوں میں چکاچوند آجاتی ہے لیکن جب سورج ابر کے پردے سے نمودار ہوتا ہے تو دیکھنے والا اس کا مشاہدہ بلا تکلف کر سکتا ہے۔

(٢٠١)

اے فضل تو دستگیر من دستم گیر　　سیر آمده ام ز خویشتن دستم گیر

تا چند کنم توبه و تا کے شکنم　　اے توبه ده و توبه شکن دستم گیر

اے خدا! تیرا فضل میرا دستگیر ہے تو میری دستگیری کر کیونکہ میں اپنے آپ سے تنگ آگیا ہوں۔ میں کب تک توبہ کرتا اور پھر اسکو توڑتا رہونگا۔ توبہ کی توفیق عطا کرنیوالے اور توبہ کو توڑنے والے میری امداد کر۔

(۲۰۲)

یارب در دل بغیر تو جا مگذار   در دیدهٔ من گرد تمنا مگذار
گفتم گفتم ز من نمی آید ہیچ   رحمے رحمے مرا بمن وا مگذار

ایخدا! میرے دل میں اپنے سوا غیر کے لئے جگہ مت چھوڑ اور میری آنکھ میں کسی دوسرے کے دیدار کی تمنا نہ رہنے دے۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا تو رحم کر اور مجھ کو میرے حال پر نہ چھوڑ۔

(۲۰۳)

لذات جہاں چشیدہ باشی ہمہ عمر   با یار خود آرمیدہ باشی ہمہ عمر
ہم آخر عمر رحلتت باید کرد   خوابے باشد کہ دیدہ باشی ہمہ عمر

تمام عمر تو نے دنیا کے مزے چکھے ہونگے اور اپنے محبوب دلنواز کے ساتھ آرام کیا ہوگا آخر کار تجھے اس دنیا سے کوچ کرنا پڑیگا اور تیری زندگی ایک خواب ہوگی جو تو نے مدت العمر دیکھا ہوگا۔

ہائے ناکامی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا   خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

(۲۰۴)

ہر دُر کہ ز بحر اشکم افتد بہ کنار   در رشتۂ جان خود کشم گوہر وار
گیرم بکفش چو سبحہ در فرقت یار   یعنی کہ ہمی [illegible] نفس چند شمار

ہر ایک موتی جو میرے آنسوؤں کے سمندر سے میرے دامن پر گرتا ہے میں اسے اپنی روح کی لڑی میں گوہر کی مانند پرو لیتا ہوں اور فراق یار میں تسبیح کی طرح سے ہاتھوں میں لے لیتا ہوں یعنی سانس بھی گن گن کر لیتا ہوں۔

(۲۰۵)

هر لقمه که بر خوان عوان است مخور — گر نفس ترا راحت جان است مخور
گر نفس ترا عسل نماید به مثل — آن خون دل بیوه زنان است مخور

عوان ۔ سخت گیرندہ ، ظالم ۔

ہر لقمہ جو کسی ظالم و جابر کے دسترخوان پہ ہے نہ کھا اگرچہ اس سے تیری جان کو راحت ملتی ہو تو اس کی طرف التفات نہ کر گو وہ تجھے شہد معلوم ہوتا ہو مگر درحقیقت وہ بیچاری بیوہ عورتوں کا خون دل ہے اسے مت کھا۔

(۲۰۶)

ناقوس نواز گر ز من دارد عار — سجاده نشین اگر ز من کرده کنار
من نیز به غم هر دو انداخته ام — تسبیح در آتش آتش اندر زنار

اگر ناقوس رکھنے (بجانیوالا برہمن) مجھ سے ننگ و عار رکھتا ہے اور سجادہ نشین زاہد مجھ سے کنارہ کش ہے تو میں نے بھی دونوں کے غم میں تسبیح اور زنار دونوں کو نذر آتش کر دیا ہے۔

(۲۰۷)

با یار موافق آشنائی خوشتر — ور همدم بیوفا جدائی خوشتر
چون سلطنت زمانه بگذاشتنی است — پیوند بملک بینوائی خوشتر

موافق طبع یار کے ساتھ آشنائی بہتر اور بے وفا شخص سے جدائی اولیٰ ہے۔ چونکہ دنیا کی سلطنت چھوڑ دینے کے قابل ہے تو اس سے قطع تعلق کر کے فقر و بینوائی کے ملک سے وابستہ ہونا بہتر ہے۔

سر و ساماں کی ضرورت نہیں اس منزل میں　　سر و ساماں پہ نہ جا بے سر و ساماں ہو جا

(۲۰۸)

بدہ مرا تو خدایا دریں خجستہ سفر　　ہزار نصرت و شادی ہزار فتح و ظفر
بحرمت سہ محمد بحق چار علی　　بدو حسن و حسین بموسیٰ و جعفر

اے خدا! اس نیک سفر میں تو مجھے ہزار نصرت (مدد) اور خوشی اور ہزار فتح و ظفر عطا فرما۔ مجھے تین محمد اور چار علی اور دو حسن اور ایک حسین اور ایک موسیٰ اور ایک جعفر علیہم السلام اجمعین انکا واسطہ۔

ائمہ اثنا عشری میں چار اماموں کا نام علی ہے تین کا محمد، دو کا حسن، ایک کا حسین، ایک کا موسیٰ اور ایک کا جعفر۔

(۲۰۹)

تا چند حدیث قامت و زلف نگار　　تا کے باشی طالب بوس و کنار
گر زانکہ نہ ای دروغ زن عاشق وار　　در عشق چو او ہزار چوں او بگذار

کب تک تو محبوب کے قد و زلف کی باتیں بتاتا رہے گا اور کب تک تو بوس و کنار کا آرزو مند رہے گا۔ اگر تو جھوٹا اور دروغ باف نہیں تو اس جیسے کے عشق میں اس جیسے ہزاروں کو چھوڑ دے۔

(۲۱۰)

آگاہ بزی ای دل و آگاہ بمیر　　چوں طالب منزلی تو در راہ بمیر
عشق است لبان زندگانی ورنہ　　زنبیاں کہ تو بی خواہ بزی خواہ بمیر

اے دل! تو آگاہی کی حالت میں زندگی بسر کر اور آگاہی کی حالت میں

جان دے جب تو منزل کا طالب ہے تو راہ میں ہی جان بحق ہو جا عشق ہی میں کچھ زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں ورنہ جو حالت تیری ہے۔ ایسی زندگی اور موت برابر ہے۔

(۲۱۱)

مجنون پریشان توام دستم گیر — سرگشتہ و حیران توام دستم گیر
ہر بے سر و پا چو دستگیری دارد — من بے سر و سامان توام دستم گیر

میں تیرا دیوانہ اور پریشان خاطر ہوں میرا ہاتھ پکڑ۔ اور تیرا سرگشتہ و حیران ہوں میری امداد کر۔ ہر بے سر و سامان آدمی کا کوئی نہ کوئی دستگیر ہوتا ہے میں تیرا بے سر و سامان ہوں میری دستگیری کر۔

ز

(۲۱۲)

دل خستہ و دل فگار و مژگاں خونریز — رفتم بر یار آں مہ مہر انگیز
من جائے نکردہ گرم گردوں بستیز — زد بانگ کہ ہاں چند نشینی برخیز

میں دل خستہ و دل فگار ہو کر اور آنکھوں سے خون بہاتا ہوا اس چاند سے مکھڑے والے اور محبت کرنے والے (محبوب) کے پاس گیا۔ میں ابھی اطمینان سے بیٹھا بھی نہ تھا کہ آسمان نے دشمنی سے للکار کر کہا کہ تو کب تک بیٹھا رہے گا۔ چلتا بن۔

(۲۱۳)

امشب بودم و دوش آں بت بندہ نواز　　از من همہ لابہ بود و از او همہ ناز

شب رفت و حدیث ما بپایاں نرسید　　شب را چہ گنہ حدیث ما بود دراز

کل رات میں تھا اور وہ بت بندہ نواز تھا میں منت و خوشامد کرتا تھا اور وہ ہمیشہ ناز [illegible] کرتا تھا۔ رات گذر گئی اور ہماری باتیں ختم نہ ہوئیں رات کا کیا قصور ہماری باتیں ہی لمبی تھیں۔

(۲۱۴)

[illegible]

[illegible]

[illegible] بارگاہ میں عرض [illegible] نیاز کرتا ہوں [illegible] بندوں کے اعمال [illegible] وسر گشتہ [illegible]۔

(۲۱۵)

[illegible]

[illegible]

[illegible] کوشش

اگر تو نصیحت مانتا ہے تو دو چیزیں [illegible] جہد کرتا کہ موت سے پہلے زندہ دلی ہی مر جائے۔ دنیا ایک اپاہج عورت ہے اگر تو دو تین روز اس کو [illegible] دل نہ لگائے تو کیا حرج ہے۔

(٢١٦)

دل جز رہِ عشقِ تو نپوید ہرگز — جز محنت و دردِ تو نجوید ہرگز
صحرائے دلم عشقِ تو شورستان کرد — تا مہرِ کسے دراں نروید ہرگز

دل تیرے عشق کے علاوہ اور کسی راستے پر نہیں چلتا۔ اور تیرے درد و تکلیف کے سوا کسی چیز کی جستجو نہیں کرتا۔ تیرے عشق نے میرے صحرائے دل کو زمین شور بنا دیا ہے تاکہ اس میں کسی دوسرے کی محبت پیدا نہ ہو۔

(٢١٧)

تا روئے ترا بدیدم اے شمعِ طراز — نہ کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز
چوں با تو بوم مجاز من جملہ نماز — چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

جب سے میں نے تیرا رخ زیبا دیکھا ہے نہ کوئی کام کرتا ہوں نہ صوم و صلوٰۃ کے فرائض بجا لاتا ہوں۔ جب میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں تو میرا مجاز بھی سراسر نماز ہوتا ہے اور جب تجھ سے جدا ہوتا ہوں تو میری نماز بھی مجاز بن جاتی ہے۔

من آں نیم کہ حلال از حرام نشناسم — شراب با تو حلال است و آب بے تو حرام

س

(٢١٨)

اے حاجتِ بیکسانِ عالم را کس — یک جو کرمت تمام عالم را بس
من بیکسم و تو بیکساں را یاری — یارب تو بفریادِ من بیکس رس

اے دنیا کے تمام بیکسوں کے والی! تیرے لطف و کرم کا ایک جو (مقدار قلیل) بھی تمام عالم کے لیئے کافی ہے۔ میں بیکس ہوں اور تو بیکسوں کا یار و مددگار ہے تو اے پروردگار! تو مجھ بیکس کی فریاد سن اور میری دستگیری کر۔

(۲۱۹)

شاہا ز دعائے مرد آگاہ بترس
وز سوز دل و آہ سحرگاہ بترس
بر لشکر و بر سپاہ خود غرّہ مشو
از آمدن سیل ناگاہ بترس

اے بادشاہ! تو مرد آگاہ (عارف دخدارسیدہ) کی دعا سے ڈر اور اس کے سوز دل اور آہ سحر گاہ سے خوفزدہ رہ۔ اپنے لشکر اور سپاہ پر مغرور نہ ہو۔ بلکہ ناگہانی طوفان کی آمد سے ڈر۔

(۲۲۰)

نوروز شد و جہاں برآورد نفس
حاصل ز بہار عمر مارا غم و بس
از قافلۂ بہار نامد آواز
تا لالہ بباغ سرنگوں ساخت جرس

نوروز (موسم بہار) چلا گیا اور عالم آہیں بھرنے لگا۔ بہار عمر سے ہمیں صرف غم ہی حاصل ہوا ہے۔ اس وقت قافلۂ بہار کی کچھ آواز نہ آئی جب تک باغ میں گل لالہ نے اپنے تئیں سرنگوں نہ کر دیا۔
(سرنگوں۔ اوندھا ہو)

(۲۲۱)

در دل دردیست از تو پنہاں کہ مپرس
تنگ آمدہ چنداں دلم از جاں کہ مپرس
باایں ہمہ حال در چنیں تنگ دلی
جا کردہ محبت تو چنداں کہ مپرس

میرے دل میں تجھ سے پوشیدہ ایسا درد ہے کہ کچھ نہ پوچھ اور میرا دل زندگی سے اس قدر تنگ آگیا ہے کہ کچھ نہ پوچھ۔ اس حالت اور اس تنگ دلی کے باوجود تیری محبت نے میرے دل میں اس طرح گھر کر رکھا ہے کہ کچھ نہ پوچھ۔

(۲۲۳)

اے آئینہ ذات تو ذات ہمہ کس   مرآۃ صفات تو صفات ہمہ کس
ضامن شدم از بہر نجات ہمہ کس   بر من بنویس سیئات ہمہ کس

مرآۃ - آئینہ ٭ سیئات - گناہ ٭

اے خالق بے ہمتا! ہر شخص کی ذات تیری ذات کا آئینہ ہے اور ہر شخص کی صفات تیری صفات کا آئینہ ہے (یعنی تمام مخلوقات من حیث ذاتہ وصفاتہ تیری ذات وصفات کی مظہر ہے) میں تمام لوگوں کی نجات کا ضامن ہوگیا ہوں اس لئے تو ان سب کے گناہ میرے نام لکھ دے۔

(۲۲۴)

اللہ! تو فریاد رس بیکس رس   لطف و کرمت یار من بیکس بس
ہر کس بکسے و حضرتے می نازد   جز حضرت تو ندارد این بیکس کس

اے اللہ! تو مجھ بیکس کی فریاد رس، تیرا لطف و کرم ہی مجھ بیکس کا یار کافی ہے۔ ہر شخص کو کسی ہستی اور کسی بارگاہ پر ناز ہوتا ہے لیکن تیری بارگاہ کے مجھ بیکس کا کوئی یار و غمگسار نہیں۔

ش

(۲۴۴)

شاهی طلبی برو گدای همه باش — بیگانه ز خویش و آشنای همه باش
خواهی که ترا چو تاج بر سر دارند — دست همه گیر و متکای همه باش

اگر تو بادشاہی کا طالب ہے تو جا اور تمام مخلوقات کی خدمت کر۔ اپنی
ذات سے بیگانہ اور سب کا آشنا ہو جا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ لوگ تاج کی مانند
تجھے سر پر رکھیں تو ہر ایک کا مددگار اور سب کا سہارا بن جا۔

(۲۴۵)

ای در طلبی بہ هیچ وادار آغوش — هرگز نشود حقیقت حال تو خوش
یارا خواهی خط بر عالم در کش — کاندر یک دل دو دوستی ناید خوش

[illegible] حقیقی فرحت و
شادمانی حاصل [illegible] اگر تو یار کا طالب ہے تو دنیا و مافیہا کو ترک کر دے
کیونکہ ایک دل میں دو کی [illegible] نہیں ہے

هم خدا خواهی و هم دنیای دون — این خیال است و محال است و جنون

(۲۴۶)

در میدان با سپر و ترکش باش — سر تا بقدم کش بہا سرکش باش
گو خواه زمانه آب و خواه آتش باش — تو شاد بزی و در میانه خوش باش

میدان میں ڈھال اور تیر دان اپنے پاس رکھ اور کبھی غمگین و سرنگوں

ہو بلکہ ہمارے تعلق کی وجہ سے سربلند ہو خواہ زمانہ (تجھے غرق کرنے کے لیے) پانی
ہو جائے یا تجھے (جلانے کے لیے) آگ بن جائے۔ تو خوش رہ اور مسرت سے
زندگی بسر کر۔

(۲۳۷)

چوں ذات تو معنی ابد صاحب خویش   از نسبت اعمال مکن باش پریش
شیرازہ شانہ کن روے ترش   ثبت العرش اولاً ثم انقش

اے مخدوم صاحب جب ہر چیز کی تو ہے تیرا ذات ... ہو ... اور ... ہو۔ یعنی ثبت العرش ... اس ... اور پھر نقش کر۔

(۲۳۸)

سوختہ اے لوام در ہجران ہجر و دوش   ... دو دو ... خیال ... دوش
در ہم ... خیال تو ...   ... ہوا ... عشق

کبھی تیرا ... دونوں کا دورہ ... پاتا۔ اور ... دونوں آنکھوں کا
دریا ... تھا ... تیرے خیال کا ... اور میری
روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی۔

(۲۳۹)

در خانۂ خود نشستہ بودم دل ریش   ناگاہ نگہ کردہ بودم سر پیش
آواز آمد کہ ہم تو خود ہستی درد و بیش   تو در خود نگری و ما در خود خویش

پیش۔ زخمی ... در خود۔ لائق، سزاوار۔

ہیں اپنے گھر میں زخمی دل لئے بیٹھا تھا اور بار گنہ کی وجہ سے اپنا سر جھکا رکھا تھا۔ ندا آئی کہ اے درویش اعظم نہ کھا کیونکہ تو اپنی ذات کے مطابق افعال و اعمال کا مرتکب ہوتا ہے اور ہم اپنی عظمت و شان کے مطابق تجھے جزا و مغفرت سے بہرہ اندوز کرتے ہیں ۔

(۲۳۰)

آتش بدست خویش در خرمن خویش　　خود برزدہ ام چہ نالم از دشمن خویش

کس دشمن من نیست منم دشمن خویش　　ای وائے من و دست من و دامن خویش

میں نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے خرمن میں آگ لگائی ہے دشمن کا گلہ و شکوہ کیوں کروں میرا کوئی دشمن نہیں بلکہ میں خود ہی اپنا دشمن ہوں مجھ پر اور میرے ہاتھوں پر اور میرے دامن پر افسوس ہے

با خود ار بد کردہ ام بد کردہ ام　　از کہ نالم چوں گنہ خود کردہ ام

ص

(۲۳۱)

پیوستہ مرا ز خالق جسم و عرض　　حقا کہ ہمیں بود و ہمیں ست غرض

کاں جسم لطیف را بخلوتگہ ناز　　فارغ بینم ہمیشہ ز آسیب و مرض

یعنی : جسم و عرض کے خالق سے میری ہمیشہ یہی خواہش رہی ہے ۔ کہ میں اس جسم لطیف کو خلوت گہ ناز میں ہر تکلیف اور مرض سے فارغ و آزاد دیکھوں ۔

ط

(۲۳۲)

اے بر سر حرف این و آں نازدہ خط　　پندار دوئی دلیل بعد است بخط
در جملہ کائنات بے سہو و غلط　　یک عین مخصوص دان و یک ذات فقط

تو نے ابھی تک این و آں کے حروف پر خط تنسیخ نہیں کھینچا۔ دوئی کا خیال ہی دوری کی بین دلیل ہے تمام موجودات میں کسی سہو و غلط کے بغیر ایک ہی حقیقت اور ایک ہی ذات ہے ؎

ہے غلط اگر گمان میں کچھ ہے　　تجھ سوا بھی جہان میں کچھ ہے

ع

گشتی تو چو بر موافقت قانع　　شد قصد مقاصدت ز مقصد مانع
ہرگز نشود تا بکشف حجب　　انوار حقیقت از مطالع طالع

تو دیدہ و دانستہ تعینات پر قانع ہو گیا ہے اور مقاصد دنیاوی کے حصول کا ارادہ تیرے حقیقی مقصد میں حائل ہو گیا ہے۔ جب تک کسی کی آنکھوں سے تعینات کے پردے نہیں اٹھتے۔ انوار حقیقت اپنے مطالع سے طلوع نہیں ہوتے۔ یعنی انسان جب تک تعینات و کثرت میں مبتلا ہوتا ہے انوار حقیقت کے مشاہدہ سے قاصر رہتا ہے۔

ق

(۲۳۴)

بر عود دلم نواخت یک زمزمۂ عشق — زاں زمزمہ ام زپای تا سر ہمہ عشق
حقّا کہ بعہدہا نیایم بیروں — از عہدۂ حق گذاریِ یک دمہ عشق

عود - ایک ساز کا نام ہے ۔

میرے دل کے ساز پر عشق نے ایک زمزمہ بجایا اس زمزمے سے میں سراپا عشق بن گیا - سچ تو یہ ہے کہ ایک لمحۂ عشق کا اگر میں حق ادا کرنا چاہوں تو سالہا سال تک اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا ۔

(۲۳۵)

کی باشد کہ لباس ہستی شدہ شق — تاباں گشتہ جمالِ وجہِ مطلق
دل در سطوات نورِ او مستہلک — جاں در غلباتِ شوقِ او مستغرق

وہ وقت کب آئے گا کہ لباس ہستی چاک ہو گا اور وجہِ مطلق کا جمال جلوہ فروز ہو گا دل اس کے نور کے جلال میں فنا اور جان اس کے غلبۂ شوق میں مستغرق ہو گی ۔

(۲۳۶)

ما را شدہ است آدم و آئیں ہمہ عشق — بستر ہمہ محنت و بالیں ہمہ عشق
سبحان اللہ لئے و چندیں ہمہ حسن — انا اللہ لئے و چندیں ہمہ عشق

ہمارا آدم و آئین شریعت و طریقت سراسر عشق ہو گیا ہے - بستر

کبھی یہی عشق ہے اور نگاہ بھی یہی عشق۔ سبحان اللہ! ایسا چہرہ کہ سراسر حسن ہے اور تاللہ! ایسا دل کہ سراپا عشق ہے۔

ک

(۲۳۷)

دامانِ غنائے عشق پاک آمد پاک
ز آلودگیِ نیاز باشد نہ خاک
چوں گرد و غبار کی خواہی است
گر ما و تو در میاں نباشیم چہ باک

عشق کی بے نیازی کا دامن مشتِ خاک (ما و) وجود کی حاجت کی آلودگی سے سراسر پاک ہے اس لیے کہ وہ خود ہی جلوہ نما اور خود ہی جلوہ بیں بھی ہے لہٰذا اگر ہم اور تم درمیان میں نہ ہوں تو کیا حرج ہے۔

واجب ز وجود تیرہ ما بے نیاز است
ما عین ز مراتب ماہ و مشتری است
در خود ہمہ را چو قبا و دال ست بہ بیں
از دیدن شان چیزی ز نخ و مشتری است

(۲۳۸)

خلقاں ہمہ در جگر ہستند اے خالق پاک
ہستند پے قطرۂ آبے غمناک
سقائے سحاب را بفرما از لطف
تا آب زند بر سرِ ایں مشتِ خاک

اے خالق پاک! تمام مخلوقات تیرے دروازے پر قطرۂ آب کے لیے غمناک ہے۔ تو اپنے لطف و کرم سے ابر کے سقہ کو حکم دے کہ وہ اس مشت خاک پہ پانی چھڑک دے۔

(۲۳۹)

یا من بیک حاجتی و روحی بیدیک عن غیرک اعرضت و اقبلت الیک
مالی عمل صالح استظہر بہ قد جئتک راجیا توکلت علیک

اے وہ ہستی! جس کا میں محتاج ہوں اور جس کے قبضہ قدرت میں میری روح ہے میں تیرے غیر سے اعراض و روگردانی کرکے تیری ہی طرف متوجہ ہوا ہوں میرے نامۂ اعمال میں کوئی عمل صالح نہیں جس پر میں بھروسہ کروں محض تیری رحمت کا امیدوار ہو کر آیا ہوں اور تجھی پر بھروسہ کرکے آیا ہوں۔

(۲۴۰)

حق تعالیٰ کہ مالک الملک است لیس فی الملک غیرہ ما لک
مے رساند یکے دگر ما را انہ قادر علیٰ ذالک

حق تعالیٰ جو ملک کا مالک ہے اور تمام جہان میں اس کے سوائے کوئی دوسرا نہیں۔ وہ ہمیں ایک دوسرے سے ملاتا ہے اور البتہ وہ اس بات پر قادر ہے۔

گ

(۲۴۱)

دستی کہ نمے بتاز در دست تو چنگ چیزے کہ زدیدنت زدل برد زنگ
آں چشم بہ بست بے تو ام چہرہ بچوں ن ایں دست بکوفت بے تو ام سینہ بسنگ

چنگ، چنگل، پنجہ ۔ کوفتن، کوٹنا ۔

وہ ہاتھ جو ناز سے تیری زلف پر چنگل (پنجہ) مارتا تھا اور وہ آنکھ جو تیرے دیدار سے دل سے زنگ کدورت کو دور کرتی تھی۔ آج اس آنکھ نے تیرے فراق میں خونیں آنسو بہا بہا کر میرے چہرے کو لتھڑ دیا ہے۔ اس ہاتھ نے تیری جدائی میں پتھر سے میری سینہ کوبی کی ہے۔

(۲۴۲)

بر چہرہ ندارم ز مسلمانی رنگ   دارد بہ من شرف سگ اہل فرنگ
آن رو سیاہم کہ باشد از بودن من   دوزخ را ننگ و اہل دوزخ را ننگ

میرے چہرے پر مسلمانی کی کوئی علامت نہیں لہذا اہل فرنگ کا کتا بھی مجھ پر فوقیت رکھتا ہے میں ایسا روسیاہ ہوا کہ میری ہستی دوزخ اور اہل دوزخ دونوں کے لئے باعث ننگ و عار ہوگی۔

(۲۴۳)

تا شیر بدم شکار من بود پلنگ   پیروز شدم بہر چہ کردم آہنگ
تا عشق ترا بہ بر درآوردم تنگ   از بیشہ برون کرد مرا روبہ لنگ

پلنگ۔ چیتا ۔ روبہ۔ لومڑی ۔ لنگ۔ لنگڑی ۔

جب تک میں شیر تھا تو میرا شکار چیتا تھا اور میں جس کام کا بھی ارادہ کرتا تھا کامیاب ہوتا تھا۔ لیکن جب میں نے تیرے عشق کو پہلو میں جگہ دی تو ایک لنگڑی لومڑی نے مجھے جنگل سے باہر نکال دیا۔

ل

(۲۴۴)

سرمست بدشت خاوراں لالۂ آل   چوں دانۂ اشک عاشقاں در مہ و سال
بنمود چو حسن دوست از پردہ جمال   چوں صورت حال من شدش صورت حال

لالہ سرخ دشت خاوراں میں سرمست ہو رہا تھا جس طرح ہر سال و ماہ میں عشاق کے آنسوؤں کے قطرے (سرخ) ہوتے ہیں جب حسن دوست نے پردے سے اپنا جمال دکھایا تو میری صورت حال کی مانند اس کی بھی صورت حال ہو گئی۔

(۲۴۵)

در باغ کجا روم کہ نالد بلبل   بے تو چہ کنم جلوہ سرو و سنبل
با قد تو ہست آنچہ بیدارد سرو   با روئے تو ہست آنچہ بیدارد گل

میں باغ میں کہاں جاؤں جہاں بلبل سرگرم نالہ و فریاد ہے اور سرو و سنبل کے جلوے کو تیرے بغیر کیا کروں۔ یا تو سرو تیرا قد رکھتا ہے یا پھول کے پاس تیرا ہی چہرہ ہے۔

(۲۴۶)

اے چاردہ سالہ مہ کہ در حسن و جمال   ہمچو مہ چاردہ رسیدی بہ کمال
یارب نرسد بہجت ایچ زوال   در چار سالگی بمانی صد سال

اے چودہ برس کے چاند! کہ حسن و جمال میں چودھویں کے چاند (مہ کامل)

کی مانند کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ خدا کرے کہ تیرے حسن کو زوال کا صدمہ نہ پہنچے۔ بلکہ "چودہ برس کا سن تیرا لاکھوں برس رہے"۔

(۴۴۷)

اے عہد تو عہد دوستان سرِ پل — از عہد تو کین خیزد و از مہر تو ذل
یکشبہ ہمچو شمع و یکروزہ چو گل — پر ولولہ و میاں تہی ہمچو دہل

تیرا عہد دوستان سرِ پل کے عہد کی مانند بودا اور ناستوار ہے اور تیرے عہد سے کینہ اور تیری محبت سے ذلت پیدا ہوتی ہے تیری زندگی شمع کی مانند ایک ہی رات کے لئے اور تیری بہار پھول کی طرح ایک ہی دن کے لئے ہے شور و شغب تو بہت ہے لیکن ڈھول کی طرح اندر سے خالی ہے۔

(۴۴۸)

گر با غم عشق سازگار آید دل — بر مرکب آرزو سوار آید دل
گر دل نبود کجا وطن سازد عشق — ور عشق نباشد بچہ کار آید دل

اگر دل غم عشق کے ساتھ موافقت پیدا کرلے تو وہ آرزو کے گھوڑے پر سوار ہو جائے۔ اگر دل نہ ہو تو عشق اپنا وطن کہاں بنائے اور اگر عشق نہ ہو تو دل کس کام آئے۔

(۴۴۹)

با خود در وصل تو کشودن مشکل — دل را بفراغ آزمودن مشکل
مشکل حالے و طرفہ مشکل حالے — بودن مشکل با تو نبودن مشکل

خودی کے ساتھ تیرے وصل کا دروازہ کھولنا مشکل ہے اور دل کی

فراغت کے ساتھ آزمانا (یعنی جدائی میں سکون و اطمینان کے ساتھ بسر کرنا)
بھی مشکل ہے ہم عجیب مشکل میں گرفتار ہیں کہ تیرا وصال حاصل کرنا بھی
مشکل ہے اور فراق میں جینا بھی دشوار ۔

(۲۵۰)

هر نعمت که از قبیل خیر است و کمال   باشد ز نعوت ذات پاک متعال
هر وصف که در حساب شر است و وبال   وارد بقصور قابلیات مآل

ہر ایک امر جو نیکی اور کمال سمجھا جاتا ہے خدائے بزرگ و برتر کی صفات
میں سے ہے اور ہر وصف جو شر اور وبال میں شمار ہوتا ہے وہ ہماری قابلیتوں
کے قصور کے مطابق انجام پذیر ہوتا ہے ۔ یعنی خیر وصف ذات ہے ۔ اور
شر مقتضائے غیر

(۲۵۱)

هر جا که وجود کرده سیر ای دل   میدان تو یقین که محض خیر است ای دل
هر شر ز عدم بود عدم غیر وجود   پس شر ز مقتضای غیر است ای دل

اے دل ! جہاں وجود مطلق نے سیر کیا ہے تو یقین کر کہ وہاں خیر محض
ہے ہر شر عدم سے ہوتا ہے اور عدم غیر وجود ہے ۔ پس شر دوسرے امر غیر کے
اقتضا سے ہے ۔

(۲۵۲)

شیدائے ترا نه صبح پیدا نه منزل   سودائے ترا عقل مجرد محمل
سیاح جہان معرفت یعنی دل   در کوچۂ تو دست بسر پائے بگل

تیرے عاشق کی منزل روح مقدس ہے اور تیرے جنون عشق کے لیے عقل مجرد محمل ہے عرفان و آگہی کی دنیا کا سیاح یعنی دل تیرے ہجر غم میں سر پہ ہاتھ اور کیچڑ میں پاؤں رکھتا ہے (حیران و عاجز ہے) -

(۲۵۳)

پرسید یکے منزل آں مہر گسل | گفتم کہ دل منست او را منزل
گفتا کہ دلت کجاست گفتم بر او | پرسید کہ او کجاست گفتم در دل

کسی نے اس بے مروت کے گھر کا پتہ پوچھا میں نے کہا کہ اس کا گھر میرا دل ہے تو کہ تیرا دل کہاں ہے میں نے کہا اس کے پاس - اس نے پھر دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے میں نے کہا دل میں -

ھو

(۲۵۴)

آزردہ ترم گرچہ کم آزار ترم | بے یار ترم گرچہ وفادار ترم
با ہر کہ وفا و صبر بیشش کردم | سبحان اللہ کہ پیشش او خوار ترم

اگرچہ میں کسی کو آزار و تکلیف نہیں پہنچاتا پھر بھی سب سے زیادہ آزردہ خاطر ہوں اور اگرچہ میں سب سے زیادہ وفادار ہوں پھر کوئی یار و غمگسار نہیں جس کسی کے ساتھ میں نے وفا اور صبر زیادہ کیا خدا کی شان اسی کی آنکھوں میں زیادہ ذلیل و خوار ہوں سے

مطلب پرست دوست نہ آئے قریب میرے | بیٹھا ہوا لیے ہوئے دام وفا کو میں

(٢٥٥)

گر دست تضرّع بدعا بردارم
بیخ و بن کوه ها ز جا بردارم
لیکن ز تفضلات معبود احد
فاصبر صبراً جمیلاً از بر دارم

اگر میں تضرّع و زاری کے ساتھ دست بدعا ہوں تو پہاڑوں کو جڑ سے اکھیڑ دوں لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایات سے فاصبر صبراً جمیلاً ازبر رکھتا ہوں۔ یعنی صبر جمیل سے کام لیتا ہوں اور کسی کو بددعا نہیں دیتا۔

(٢٥٦)

مشہود و خفی چو گنج دقیانوسم
پیدا و نہاں چو شمع در فانوسم
القصہ درین چمن چو بید مجنوں
مے بالم و در ترقی معکوسم

میں گنج دقیانوس کی طرح ظاہر بھی ہوں اور پوشیدہ بھی۔ اور میں شمع کی مانند ہوں جو فانوس کے اندر ظاہر بھی ہوتی ہے اور پنہاں بھی۔ المختصر اس باغ جہاں میں بید مجنوں کی طرح بڑھتا ہوں مگر ترقی معکوس ہی کرتا ہوں۔

(٢٥٧)

بے مہری آں بہانہ جو میدانم
بے دردو ستم عادت او میدانم
جز جور و جفا عادت آں بد خوئے
من شیوۂ یار خود نکو میدانم

اس بہانہ جو کی بے مہری کو میں جانتا ہوں اور میں اس کی عادت سے آگاہ ہوں کہ وہ بیدرد و ستم شعار ہے اس بدخو کی عادت جور و جفا کے سوا اور کچھ نہیں میں اپنے یار کی عادت و خو کو خوب جانتا ہوں۔

(۲۵۸)

نی باغ نہ بستاں نہ چمن میخواہم   نی سرو نہ گل نہ یاسمن میخواہم
خواہم ز خدائے خویش کنجے کہ دراں   من باشم و آں کسے کہ من میخواہم

نہ مجھے باغ و بستان اور نہ چمن کی خواہش ہے نہ سرو گل اور یاسمن کی
آرزو۔ میں اپنے خدا سے ایک ایسا گوشہ مانگتا ہوں جہاں میں ہوں اور وہ جس
کی مجھے تمنا ہے (یعنی معشوق)۔

(۲۵۹)

تپ را کردم در آب و آتش کشتم   یک چند بہ تعویذ و کتابش کشتم
بازش یکبار در عرق کردم غرق   چوں لشکر فرعون در آبش کشتم

مجھے بخار آگیا۔ میں نے اس کو آب و آتش سے مارا۔ کچھ مدت تک میں نے
تعویذ اور کتاب (قرآن پاک) سے اس کو روکا۔ پھر یکبارگی پسینہ میں غرق کر دیا
گویا میں نے لشکر فرعون کی طرح دریا (آب یعنی دریا۔ لشکر فرعون رود نیل
میں غرق ہوا تھا) میں ڈبو دیا۔

(۲۶۰)

دوشب کہ بکوئے یار مے گردیدم   وانی کہ چرا بکار مے گردیدم
قربان خلاف وعدہ اش مے گشتم   گرد سر انتظار مے گردیدم

کل رات میں کوچۂ یار میں چکر کاٹ رہا تھا۔ تجھے معلوم ہے کہ میں
کس واسطے پھر رہا تھا۔ میں اس کی وعدہ خلافی پہ قربان اور انتظار
پہ نثار ہو رہا تھا۔

(۳۶۱)

ما بادہ و مستی سر تقوی نہ داریم   دنیا طلبیم و میل عقبیٰ داریم
کے دنیا و دین بہم دگر ہم آید راست   این است کہ ما نہ دین نہ دنیا داریم

ہم کو بادہ و مستی کے باوجود تقویٰ و پرہیزگاری کا خیال ہے۔ دنیا کی خواہش بھی ہے اور عقبیٰ کی آرزو بھی۔ دنیا و دین کبھی ایک جگہ ٹھیک جمع نہیں ہوسکے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نہ دین رکھتے ہیں نہ دنیا۔

(۳۶۲)

ما بین دو عین یار از نون تا میم   بینی الفے کشیدہ بر صفحۂ سیم
نے نے غلطم کہ از کمال اعجاز   انگشت نبی ست کردہ مہ را بہ دو نیم

دو عین = دونوں آنکھیں، نون = ابرو، میم = دہن، الف = ناک، صفحۂ سیم = چہرہ

یار کی دونوں آنکھوں کے درمیان نون سے میم تک اس چاندی کے صفحہ پر تو ایک الف لکھا ہوا دیکھے گا۔ نہیں نہیں میں نے غلط کہا بلکہ کمال اعجاز سے انگشت نبی (صلعم) نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا ہے۔ تلمیح بہ معجزۂ شق القمر۔

(۳۶۳)

رفتم پئے گلاب می گردیدم   پژمردہ عذار گل در آتش دیدم
گفتم کہ چہ کردۂ کہ می سوزندت   گفتا کہ در این باغ دمے خندیدم

ایک روز میں گلاب کی جستجو میں پھر رہا تھا میں نے پھول کے پژمردہ

چہرے کو آگ میں پڑا ہوا دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ تو نے ایسا کونسا گناہ کیا ہے کہ تجھے جلا رہے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس باغ دنیا میں تھوڑی دیر ہنسا تھا۔

(۳۶۴)

تا بردی از این دیار تشریف قدوم　　بر دل ز قلم شوق تو دارم مرقوم
این غصہ مرا کشت کہ ہنگام وداع　　از دولت دیدار تو گشتم محروم

جب سے آپ اس دیار سے تشریف لے گئے ہیں میں اپنے دل پر آپ کے شوق کی تحریر نقش کئے ہوئے ہوں۔ اس رنج نے مجھے مار ڈالا کہ وداع کے وقت میں تیری دولت دیدار سے محروم رہا۔

(۳۶۵)

تا بندہ کہ قرین محنت و افغانم　　ہر لحظہ ز ہجراں بلب آمد جانم
محروم ز خاک آستانت زانم　　کز سیل سرشک خود گذر نتوانم

جب سے میں محنت و فریاد میں مبتلا ہوں ہر لحظہ ہجر کی وجہ سے میری جان لبوں پر آئی ہوئی ہے۔ میں تیری خاک آستاں سے اس لئے محروم ہوں۔ کہ اپنے آنسوؤں کے سیلاب سے گذر نہیں سکتا۔

(۳۶۶)

عمرے بہوس باد ہوا پیمودم　　در ہر کارے بخون جگر پالودم
در ہر چہ زدم دست ز غم فرسودم　　دست از ہمہ باز داشتم آسودم

ایک مدت تو میں حرص و آز کی وجہ سے خاک چھانتا رہا اور ہر کام

ہیں خونِ جگر پیتا رہا ۔ میں نے جس کام میں ہاتھ ڈالا عمر سے گھٹتا رہا اب جبکہ تمام اشیاء سے ہاتھ اٹھالیا ہے تو آسودہ و فارغ البال ہوں ۔

(۲۶۷)

یا یاد تو یا دیدہ تر مے آیم ونہ بادہ شوق بے خبر مے آیم
ایام فراق چوں بسر آمدہ است من نیز بسوئے تو بسر مے آیم

بسر آمدن ۔ ختم ہونا ۔ سر کے بل چلنا ۔

میں تیری یاد میں اشکبار آنکھوں سے کرآتا ہوں اور شراب شوق سے بیخود و سرمست ہو کر آرہا ہوں ۔ چونکہ فراق کا زمانہ ختم ہوگیا ہے ۔ لہذا میں بھی تیری طرف سر ہی کے بل آتا ہوں ۔

(۲۶۸)

گر در سفرم توئی رفیق سفرم ور در حضرم توئی انیس حضرم
ہر جا کہ نشینم و بہر جا گذرم جز تو نبود ہیچ مراد دگرم

اگر میں سفر میں ہوں تو میرا رفیق سفر تو ہی ہے اور اگر میں حضر (گھر) میں ہوں تو وہاں بھی میرا مونس و غمخوار تو ہی ہے میں جس جگہ بیٹھتا ہوں ۔ اور جہاں سے گذرتا ہوں تیرے سوا میری اور کوئی مراد نہیں ہوتی ۔

(۲۶۹)

در حضرت پادشاہ دوراں مائیم در دائرہ وجود سلطاں مائیم
منظور خلائق است ایں سینۂ ما پس جام جہانمائے خلقاں مائیم

جام جہاں نما ۔ جمشید کا پیالہ ۔ اس کے دو حصے تھے ایک میں زمانہ

گذشتہ کے اور دوسرے میں زمانۂ آئندہ کے حالات معلوم ہوتے تھے۔
بادشاہ زمانہ کی بارگاہ میں ہم ہی ہیں (یعنی انسان ہی کو بارگاہ الٰہی میں رسائی حاصل ہے لہذا) دائرۂ وجود میں سلطان (اشرف المخلوقات) ہم ہی ہیں۔ ہمارا سینہ منظورِ خلائق ہے۔ گویا ہم مخلوق کے لئے جامِ جہاں نما ہیں۔

(۲۶۰)

دی تازہ گلے ز گلشن آورد نسیم　　کز نکہتِ آں مشامِ جاں یافت شمیم
نے نے غلطم کہ صفحۂ بود از سیم　　مشکیں رقمش معطر از خلقِ کریم

کل رات گلشن سے نسیم ایک تازہ پھول لائی جس کی خوشبو سے مشامِ جان معطر ہو گیا۔ نہیں نہیں میں نے غلط کہا۔ چاندی کا ایک ورق تھا جس کی سیاہ تحریر خلقِ کریم سے معطر تھی۔

(۲۶۱)

نہ از پے کار باخلل مے ترسم　　نے بہر ز تقصیر امل مے ترسم
ترسم کہ گناہ نیست آمرزش ہست　　از سابقۂ روزِ ازل مے ترسم

نہ تو مجھے اپنے کام کے بگڑنے کا ڈر ہے اور نہ آرزوؤں کے پورا نہ ہونے کا خوف ہے۔ گناہ تو معدوم ہیں اور بخشش و مغفرت موجود۔ لہذا میں سابقۂ روزِ ازل سے ڈرتا ہوں ؎

شرمندہ از آنیم کہ در روزِ مکافات
اندر خورِ عفوِ تو نہ کردیم گناہے

(۲۷۲)

این بخت ندارم که بکامت بینم　　یا در گذرے ہم بسلامت بینم
وصل تو بہیچ گونہ دستم ندہد　　نامت بنویسم و بنامت بینم

میں ایسا خوش نصیب نہیں کہ تجھے اپنی آرزو کے مطابق دیکھوں۔ یا کسی راستہ ہی میں تجھے بخیریت دیکھ لوں۔ تیرا وصل کسی طرح بھی میسّر نہیں ہوتا لہٰذا میں تیرا نام لکھ کر اسی کی طرف دیکھتا رہتا ہوں۔

(۲۷۳)

چون آب شده ام که دیده تو اندم　　تا پیش تو اے نگار بنشانندم
چون ذرّہ بخورشید ہمی پیوندد　　خورشید توئی بذرہ من مانندم

اے محبوب! میں اس قدر نحیف و نزار ہو گیا ہوں کہ مجھے تیرے روبرو بٹھانے کے لئے ڈھونڈتے ہیں تو نظر بھی نہیں آتا۔ خورشید کے ساتھ ذرّہ مل جاتا ہے تو خورشید ہے اور میں ذرّہ کی مانند ہوں۔

(۲۷۴)

بے چشم تو یاد نرگس تر نکنم　　بے لعل تو آرزوئے کوثر نکنم
گر خضر بمن بے تو دہد آبحیات　　کافر باشم که بے تو لب تر نکنم

میں تیری آنکھ کے بغیر نرگس تر کا خیال نہیں کرتا اور تیرے لعل لب کے سوا حوضِ کوثر کی آرزو نہیں کرتا۔ اگر تیرے بغیر خضر مجھے آبِ حیات دے تو میں کافر ہونے کی قسم کھاتا ہوں کہ اس سے لب بھی تر نہ کرونگا۔

(۲۶۵)

ما قبلۂ طاعت آں دو ابرو می دانیم   ایماں سر زلف مشکبو می دانیم
با اینہمہ دلدار بما نیکو نیست   ما طالع خویش را نکو می دانیم

ہم ان دو رخساروں کو قبلۂ طاعت خیال کرتے ہیں اور زلف مشکیں کے خیال کو اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود دوست کے تعلقات ہمارے ساتھ خوشگوار نہیں۔ ہم اپنے نصیب کو خوب جانتے ہیں۔ (یعنی سخت بدنصیب ہیں)۔

(۲۶۶)

ز آمیزش جان و تن توئی مقصودم   وز مردن و زیستن توئی مقصودم
تو دیر بزی کہ من برفتم ز میاں   گر من گویم ز من توئی مقصودم

جان و تن کی آمیزش سے میرا مقصود تو ہی ہے اور موت و زیست سے بھی تو ہی مطلب ہے تو دیر تک زندہ رہو کہ میں درمیان سے اٹھ گیا ہوں (اپنی خودی کو فنا کر دیا ہے) اب اگر میں "من" کہتا ہوں تو اس سے میرا مقصود تو ہی ہے۔ محمود شبستری کہتے ہیں:

چو ہست مطلق آید در عبارت   بلفظ "من" کنند از وے اشارت

(۲۶۷)

بے درد تو اندیشہ درماں نکنم   بے زلف تو آرزوے ایماں نکنم
جاناں اگر جاں طلبی خوش باشد   اندیشۂ جاں برائے جاناں نکنم

(یعنی تیرے درد کا اور [illegible] (درد) کے سوا

کسی علاج معالجہ کی فکر نہیں کرتا اور تیری زلف کے بغیر ایمان کی آرزو نہیں کرتا۔ جانِ من! اگر تو جان بھی مانگے تو اچھا ہے کیونکہ میں جاناں کے لیے جان کی پروا نہیں کرتا۔

(۲۷۸)

از جملۂ دردہائے بے درمانم — وز جملۂ سوز و داغ پیدا تا پنہانم
سوزندہ تر است اینکہ چون مردم چشم — در چشم منی و دیدنت نتوانم

میرے تمام لاعلاج دردوں اور تمام مخفی و واضح داغوں کی سوزش میں سب سے زیادہ پُرسوز یہ بات ہے کہ تو آنکھ کی پتلی کی طرح میری آنکھوں میں ہے مگر میں تجھے دیکھ نہیں سکتا۔

تجھ سے دیکھا سب کو اور تجھ کو نہ دیکھا جوں نگاہ
نور ہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں ہی رہا

(۲۷۹)

شمعم کہ بہ پردہ پنہان فرو می گریم — پیدا شدہ ام و در نہان فرو می گریم
چون ہیچ کس از گریۂ من آگہ نیست — زان خوش پنہان نہان فرو می گریم

میں شمع کے مانند در پردہ چھپ چھپ کر روتا ہوں۔ اگرچہ بظاہر ہنستا ہوں۔ لیکن درحقیقت ہر وقت اندر ہی اندر روتا ہوں۔ کوئی شخص میرے رونے سے آگاہ نہیں۔ اس لیے میں خوب اچھی طرح دل ہی دل میں روتا ہوں۔

(۲۸۰)

تاچند بگبر و ترسا ایماں گردم   وقتست کہ از کردہ پشیماں گردم
خاکم ز کلیسیا و آبم ز شراب   کافر ترازانم کہ مسلماں گردم

میں کب تک ایمان پر قربان ہوتا رہوں گا اب وقت ہے کہ اپنے کئے پہ پشیمان ہو جاؤں۔ میری مٹی کلیسیا کی ہے اور پانی شراب کا (یعنی کفر میری سرشت میں ہے) میں کفر کی اس حد تک پہنچ چکا ہوں کہ اب میرا مسلمان ہونا غیر ممکن ہے۔

(۲۸۱)

ہرچند کہ دل بوصل شاداں کردیم   دیدیم کہ خاطرت پریشاں کردیم
خوش باش کہ با خود بہ ہجراں کردیم   بر خود دشوار بر تو آساں کردیم

ہر چند ہم نے تیرے وصل سے دل خوش کر لیا مگر پھر دیکھا کہ ہم نے تیرا دل پریشان کر دیا۔ تو خوش رہ کیونکہ ہم ہجر کے خوگر ہو گئے ہیں اور اپنے لیے مشکل اور تیرے لیے آسانی پیدا کر دی ہے۔

(۲۸۲)

یادت کنم ار شاد و گر غمگینم   نامت ببرم ار خیزم اگر بنشینم
با عشق تو خو کردہ ام ای دوست چنانک   در ہر چہ نظر کنم ترا می بینم

میں خوش و خرم ہوں یا غمگین بہرحال تجھ کو یاد کرتا ہوں اور اٹھتے بیٹھتے تیرا ہی نام لیتا ہوں اے دوست! میں تیرے عشق کا اس قدر خوگر ہو گیا ہوں کہ جس چیز میں نظر کرتا ہوں تجھ کو ہی دیکھتا ہوں۔

(۲۸۳)

ہر چند گہے ز عشق بیگانہ شویم　　با عافیت کنشت ہم خانہ شویم
ناگاہ پری رخے بما برگذرد　　برگردیم ازاں حدیث و دیوانہ شویم

ہر چند کبھی ہم عشق سے بیگانہ ہو جاتے ہیں اور عبادت خانہ کی عافیت پسندی اختیار کر لیتے ہیں ناگاہ کوئی پری رخ سامنے سے گزر جاتا ہے ۔ (یعنی تجلی الٰہی نظر آجاتی ہے) ۔ اور ہم اس بات سے درگزر کر کے پھر دیوانے بن جاتے ہیں ۔

(۲۸۴)

در مصطبہا درد کشاں ما باشیم　　بے نامی ہا را نام و نشاں ما باشیم
ار بدتر ازانی کہ تو شاں می بینی　　چوں نیک ببینی بہ ازشاں ما باشیم

شراب خانوں میں تلچھٹ پینے والے ہم ہیں اور بدناموں کے نام و نشان ہم ہیں ۔ جن برے لوگوں کو تو دیکھ رہا ہے اگر غور سے دیکھے تو ہم ان سے بھی زیادہ برے ہیں ۔

(۲۸۵)

اندر طلب یار چو پروانہ شدیم　　اول قدم از وجود بیگانہ شدیم
او علم نمی شنید لب بربستیم　　او عقل نمی خرید دیوانہ شدیم

میں یار کی آرزو میں پروانہ ہو گیا اور پہلے ہی قدم پر اپنے وجود سے بیگانہ بن گیا ۔ وہ علم نہیں سنتا تھا اس لیے میں نے لب بند کر لئے ۔ اور وہ عقل کا خریدار نہ تھا لہذا میں دیوانہ ہو گیا (عشق نے علم و عقل کو خیرباد کہہ دیا)

(۲۸۶)

اندوہ تو از دل حزیں مے ورزدم — نامت ز زبان آں دانیں مے دزدم
می نالم و قفل بر دہاں مے فگنم — می گریم و خوں در آستیں مے دزدم

تیرے غم عشق کو میں دل حزیں سے پوشیدہ رکھتا ہوں اور تیرا نام نا اہل کی زبان سے چھپاتا ہوں ۔ میں روتا ہوں مگر منہ پر قفل لگا لیتا ہوں میں گریہ وزاری کرتا ہوں مگر خون کو آستین میں چھپا لیتا ہوں ۔

(۲۸۷)

غمناکم و از در تو با غم نروم — جز شاد و امیدوار و خرم نروم
از درگہ چو تو کریمے ہرگز — نومید کسے نرفت و من ہم نروم

میں غمناک تو ہوں مگر تیرے دروازہ سے غمگین نہ جاؤں گا خوش و خرم اور امیدوار رحمت ہونے کے سوا یہاں سے نہ جاؤں گا ۔ تجھ ایسے کریم کی بارگاہ سے نہ تو کوئی مایوس و نومید گیا ہے اور نہ ہی میں جاؤں گا ۔

(۲۸۸)

ہر پارہ ز من نگار ہم خانگیم — ہر پارہ ز من لباس فرزانگیم
مجنوں بہ نصیحت دلم مے آید — بنگر کہ بکجا رسید دیوانگیم

میرے محبوب نے میرے ساتھ رہنا چھوڑ دیا اور میرا دانائی کا لباس چاک چاک ہو گیا ۔ اب مجنوں میرے دل کو نصیحت کرنے کے لئے آتا ہے تو دیکھ کہ میری دیوانگی کہاں تک پہنچ گئی ہے ۔

(۲۸۹)

از عشق تو اے نگار اندر نارم
می سوزم و می سازم و دم بر نارم
تا دست بگردن تو اندر نارم
آغشتہ بخوں چو دانہ اندر نارم

اے محبوب! میں تیرے عشق کی وجہ سے آگ میں پڑا ہوں، جلتا ہوں،
صبر کرتا ہوں اور دم نہیں مار سکتا۔ جب تک اپنا ہاتھ تیری گردن میں
نہ ڈالونگا انار دانہ کی طرح آغشتہ بخون رہونگا۔

(۲۹۰)

ماطئی بساط ملک ہستی کردیم
بے نقش خودی خدا پرستی کردیم
بر ما مے وصل نیک مے پیوندد
تف بر رخ کہ زود مستی کردیم

ہم نے ملک ہستی کی بساط کو لپیٹ دیا اور خودی کے نقش کے بغیر
خدا پرستی کی ہم کو شراب وصل خوب پلاتے رہے مگر افسوس اس بات پر
ہے کہ ہم جلدی مدہوش و سرمست ہو گئے۔

(۲۹۱)

گر خلق چنانکہ من منم دانندم
ہمچوں سگ از در بدر رانندم
ور زانکہ درون بیرون بگردانندم
مستوجب آنم کہ بسوزانندم

مستوجب۔ سزاوار

اگر لوگ جیسا کہ میں ہوں مجھے جان لیں تو کتے کی طرح مجھے اپنے
دروازہ سے دھتکار دیں اور اگر الٹ پلٹ کر میرے ظاہر و باطن کو دیکھ
لیں تو میں اس بات کا سزاوار ہوں کہ مجھے جلا دیں۔

(۲۹۲)

یارب زگناہ زشت خود منفعلم ... وز قول بد و فعل بد خود خجلم
فیضے بدلم ز عالم قدس رساں ... تا محو شود خیال باطل ز دلم

اے پروردگار! میں اپنے برے گناہوں سے شرمسار و نادم ہوں اور اپنے برے اقوال و افعال سے شرمندہ ہوں تو عالم قدس سے میرے دل پر کوئی فیض بھیج تاکہ میرے دل سے خیال باطل محو ہو جائے۔

(۲۹۳)

ہرگز بنود شکست کس مقصودم ... آزردہ نشد ز من دلے تا بودم
صد شکر کہ چشم عیب بینم کوراست ... شادم کہ حسود نیستم محسودم

کسی کو تکلیف دینا ہرگز میرا مقصود نہیں اور کبھی بھی مجھ سے کسی کا دل آزردہ نہیں ہوا صد شکر کہ میری عیب بیں آنکھ اندھی ہے اور میں خوش ہوں کہ حاسد نہیں بلکہ محسود ہوں۔

(۲۹۴)

از بیم رقیب طوف کویت نکنم ... وز طعنۂ خلق گفتگویت نکنم
لب بندم و زیر پائے بنشینم۔ اما ... ایں نتوانم کہ آرزویت نکنم

رقیب کے خوف سے میں تیرے کوچہ کا طواف نہیں کرتا اور لوگوں کے طعنے کے ڈر سے تیرا ذکر نہیں کرتا میں خاموشی اور سکون اختیار کر لیتا ہوں لیکن یہ غیر ممکن ہے کہ تیری آرزو بھی نہ کروں۔

لب بستن۔ خاموشی اختیار کرنا ؎

(٢٩٥)

چوں دائرہ ما ز پوست پوشان تو ایم — در سلسلۂ حلقہ بگوشان تو ایم
گر بنوازی ز جاں فروشان تو ایم — ور ننوازی ہم از خموشان تو ایم

ہم دائرہ کی طرح تیرے پوستین پوشوں میں سے ہیں اور تیرے اطاعت گزار حلقہ بگوشوں کے سلسلہ میں سے ہیں اگر تو نوازش کرے تو تیرے جاں نثاروں میں سے ہیں اور اگر لطف و نوازش نہ کرے تو بھی تیرے ہی خموش رہنے والوں میں سے ہیں۔

(٢٩٦)

ہر چند بصورت از تو دور افتادم — زنہار مبر ظن کہ شدی از یادم
در کوئے وفائے تو اگر خاک شوم — زانجا نتواند کہ رباید بادم

اگرچہ بظاہر میں تجھ سے دور پڑا ہوں لیکن ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ تو مجھکو یاد نہیں ہے۔ اگر میں تیری وفا کے کوچہ میں خاک بھی ہو جاؤں تو ہوا مجھے وہاں سے اڑا کر نہیں لیجا سکتی۔

(٢٩٧)

یک جو ز ایام ندا ریم و خوشیم — گر چاشت بود شام ندا ریم و خوشیم
چوں پختہ بما میرسد از عالم غیب — از کس طمع خام ندا ریم و خوشیم

مایحتاج زندگی میں سے ہمارے پاس ایک جو بھی نہیں اور ہم خوش ہیں اگر صبح کا کھانا ہمارے پاس ہو اور شام کا نہ ہو تو پھر بھی خوش ہیں۔ چونکہ عالم غیب سے ہمیں پکی پکائی مل جاتی ہے لہذا ہم کسی سے طمع خام نہیں

رکھتے اور خوش ہیں۔

۲۹۸

چوں عود نبود چوب بید آوردم روئے سیہ و موئے سپید آوردم
تو گفتی کہ نا امیدی کفر است بر قول تو رفتم و امید آوردم

چونکہ عود نہ تھا۔ اس لئے میں بید ہی کی لکڑی لے آیا اور سیاہ چہرہ اور سفید بال لے آیا۔ تو نے خود کہا تھا کہ نا امیدی کفر ہے میں تیرے قول پر عمل کرتے ہوئے امید لایا ہوں۔

(۲۹۹)

گر پارہ کنی مرا ز سرتا بہ قدم موجود شوم ز عشق تو من ز عدم
جانے دارم ز عشق تو کردہ رقم خواہش بشادی کش و خواہش بغم

اگر تو مجھے سر سے لے کر پاؤں تک ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو میں تیرے عشق کی بدولت عدم سے موجود ہو جاؤں۔ میں ایسی جان رکھتا ہوں جس پر تیرے عشق کی تحریر ہے خواہ تو اس کو خوشی کے ساتھ مار دے۔ خواہ غم کے ساتھ۔

(۳۰۰)

بے روئے تو رائے استقامت نہ کنم کس را ہوائے تو ملامت نہ کنم
در جستن وصل تو اقامت نہ کنم از عشق تو توبہ تا قیامت نہ کنم

استقامت۔ ٹھہرنا ؛ اقامت۔ قیام کرنا ؛

تیرے دیدار کے بغیر ٹھہرنے کا ارادہ نہ کرونگا اور تیری محبت میں کسی

کو ملامت نہ کرونگا۔ تیرے وصل کی جستجو میں کہیں قیام نہ کرونگا اور تا قیامت
تیرے عشق سے توبہ نہ کرونگا۔

(۳۰۱)

باجز بغم عشق تو سر نفرازیم   تا سرداریم در غمت در بازیم
گر تو سر ما بے سر و ساماں داری   با ہم و سرے در قدمت اندازیم

ہم تیرے عشق کے بغیر سر بلند نہیں کرینگے۔ جب تک سر ہے اس کو تیرے
عشق میں قربان کرتے رہیں گے۔ اگر تو ہم بیواؤں کا خیال رکھتا ہے تو ہم
اپنا سر تیرے قدموں پر نثار کر دینگے۔

(۳۰۲)

در کوئے تو سر در سر خنجر بنہیم   چوں مہرہ جاں عشق تو در بر بنہیم
نامردم اگر عشق تو از دل بہ کنیم   سودائے تو کافرم گر از سر بنہیم

تیرے کوچے میں سر اور خنجر پر رکھ دونگا اور مہرہ جان کی طرح تیرا عشق
سینے میں رکھونگا۔ اگر تیری محبت کو دل سے نکالوں تو نامرد ہونگا اور اگر تیرے
جنون کو سر سے باہر کر دوں تو کافر ہونگا۔

(۳۰۳)

من لائق عشق و درد عشق تو نیم   زنہار کہ ہم نبرد عشق تو نیم
چوں آتش عشق تو برآرد شعلہ   من دانم و من کہ مرد عشق تو نیم

میں تیرے عشق اور درد عشق کے قابل نہیں ہوں اور ہرگز تیرے عشق
کا حریف نہیں۔ جب تیرے عشق کی آگ شعلہ خیز ہوتی ہے تو میں ہی جانتا

ہوں کہ تیرے عشق کا مرد میدان نہیں ہوں ۔

(۳۰۴)

عشق تو خاص و عام پنہاں چہ کنم   دردے کہ ز حد گذشت درماں چہ کنم
خواہم کہ دلم بدیگرے میل کند   من خواہم و دل نخواہد ایں را چہ کنم

تیرے عشق کو خاص و عام سے پوشیدہ کیا کروں جو درد حد سے گزر چکا ہے اس کا علاج کیا کروں میں چاہتا ہوں کہ میرا دل کسی دوسرے کی طرف مائل ہو جائے ۔ مگر میری خواہش کے باوجود دل نہیں چاہتا ۔ تو میں کیا کروں ۔

(۳۰۵)

دارم ز خدا خواہش جنات نعیم   زاہد بہ ثواب و من باُمید عظیم
من دست تہی میروم او تحفہ بدست   تا زیں دو کدام خوش کند طبع کریم

میں خدا تعالیٰ سے جنت النعیم کا خواہاں ہوں ۔ زاہد تو اپنے ثواب کے عوض جنت کا طالب ہے اور اس کی شان مغفرت کی امید عظیم کی بدولت اس کا آرزومند ہوں میں خالی ہاتھ جا رہا ہوں اور وہ (زاہد) ہاتھ میں تحفہ لیے ہوئے ہے ۔ دیکھیں ان دونوں میں سے اس سخی طبیعت کو کون خوش کرتا ہے ۔

(۳۰۶)

ما در رہ سودائے تو منزل کردیم   سوزیست مرا کہ آتش بہ دل کردیم
در شہر مرا میان چشم مے خوانند   نیکو نامی ز عشق حاصل کردیم

ہم نے تیرے جنونِ عشق کے راستے میں ڈیرے جمائے ہیں ۔ اور مجھے ایسا ایسا سوز حاصل ہے کہ جس نے دل میں آگ لگا رکھی ہے شہر میں لوگ مجھے آنکھوں پر بٹھاتے ہیں یہ میں نے یہ نام نیک عشق ہی کی بدولت حاصل کیا ہے ۔

(۳۰۷)

چہد سے بکنم کہ دل زجاں برگیرم راہِ سرِ کوئے دلستاں برگیرم
چوں پردہ میانِ دل و دلدار منم برخیزم و خود از میاں برگیرم

میں کوشش کرتا ہوں کہ دل کو جان سے ہٹالوں اور محبوب کے کوچے کا راستہ لوں چونکہ دل اور دلدار کے مابین میں ہی پردہ ہوں لہذا میں اٹھتا ہوں اور اپنے آپ کو درمیان سے اٹھا لیتا ہوں ۔

(۳۰۸)

سرمایۂ غم ز دست آساں ندہم دل بر نکنم ز دوست تا جاں ندہم
از دوست بیادگار دردے دارم آں درد بصد ہزار درماں ندہم

میں غم عشق کا سرمایہ آسانی ہاتھ سے نہیں دونگا ۔ اور جب تک جان نہ چلی جائے محبوب سے دل نہ ہٹاؤں گا ۔ دوست کی یادگار میرے پاس ایک درد بھی ہے لہذا میں اس درد کو ہزارہا علاج کے عوض بھی نہیں دونگا ۔

ن

(۳۰۹)

یارب زکمال لطف خاصم گرداں　　واقف بحقائق خواصم گرداں
از عشق جفا کار دل افگار شدم　　دیوانہ خود کن و خلاصم گرداں

اے پروردگار! کمال مہربانی سے مجھ کو اپنا خاص مقرب بنا لے اور اپنے خاص بندوں کے حقائق سے آگاہ کر دے میں عشق جفا کار کے ہاتھوں دل فگار ہوں لہٰذا اپنا دیوانہ بنا کر مجھے اس کے پنجے سے آزاد کر دے۔

(۳۱۰)

یارب تو مرا بیار دمساز رساں　　آوارۂ درد من ہم آواز رساں
آنکس کہ من از فراق او غمگینم　　او را بمن و مرا باو باز رساں

اے پروردگار! تو مجھ کو یار دمساز تک پہنچا دے اور میرے درد کا آوازہ اور میری آواز بھی اس تک پہنچا دے۔ جس شخص کے فراق میں میں غمگین ہو رہا ہوں اس کو مجھ تک اور مجھ کو اس تک پہنچا دے۔

(۳۱۱)

فریاد ز سنگ روئی و رنگی شاں　　در چشم سیاہ و صورت زنگی شاں
از اول شب تا بدم آخر شب　　اینہا ہمہ در رقص و منم چنگی شاں

زنگی - حبشی ؛ چنگی - سارنگی ؛

ان کے پتھر جیسے چہرے اور رنگ اور سیاہ آنکھ اور حبشی جیسی صورت

سے فریاد ہے۔ اوّل شب سے آخر شب تک یہ تو سب ناچتے رہتے، اور میں ان
کی سارنگی) بنا رہا۔

(۳۱۲)

بختے نہ کہ با دوست درآمیزم من — صبرے نہ کہ از عشق بپرہیزم من
دستے نہ کہ با قضا درآویزم من — پائے نہ کہ از میانہ بگریزم من

نہ میں ایسا خوش قسمت ہوں کہ دوست کے ساتھ اختلاط نصیب ہو نہ اتنا صبر ہے کہ عشق سے پرہیز کروں نہ ایسا ہاتھ ہے کہ قضا و قدر کے ساتھ دست و گریبان ہو سکوں اور نہ ہی پاؤں کہ درمیان سے بھاگ جاؤں۔

(۳۱۳)

اے نالہ گرت ہمت اظہار ہمی کن — وآں غافل مست را خبردار ہمی کن
اے دست محبت و ولایت بدر آ — وے باطن شرع مصطفیٰ کاری کن

اے نالہ! اگر تجھ میں دم ہے تو ظاہر کر اور اس غافل مست کو خبردار کر دے اے ولایت و محبت کے ہاتھ! باہر نکل (میری مدد کر) اور اے شرع محمدی کے باطن! کوئی کام کر (بگڑی بنا دے)۔

(۳۱۴)

افتادہ ہم بگوشۂ بیت حزن — غمہائے جہاں مونس غمخانۂ من
یارب تو بفضل خویش دندان مرا — بخشائے بروح حضرت اویس قرن

دنیا بھر کے غم جو میرے غم خانہ کے مونس ہیں میرے بیت حزن (غمخانہ) کے گوشہ میں پڑے ہیں۔ اے خدا! اپنے لطف و کرم سے حضرت اویس قرنی

کی روح کی طفیل میرے دانتوں کو نجات دے۔

(۳۱۵)

یارب ز قناعتم توانگر گرداں   وز نور یقین دلم منور گرداں
آمال من سوختۂ سرگرداں   بے منت مخلوق میسر گرداں

اے خدا! تو قناعت سے مجھ کو توانگر بنا دے اور نور یقین سے میرے دل کو منور کر دے۔ مجھ دل سوختہ و سرگرداں کی آرزوئیں مخلوق کے احسان کے بغیر پوری کر دے۔

(۳۱۶)

رویت دریاے حسن و لعلت مرجانا   زلفت عنبر صدف دہنا دردندان
ابرو کشتی و چین پیشانی موج   گرداب بلا غبغب و چشمت طوفاں

تیرا چہرہ دریائے حسن اور لعل لب مرجان ہیں تیری زلف عنبر منہ صدف اور دانت موتی ہیں۔ ابرو کشتی اور پیشانی کی شکن موج ہے۔ اور غبغب گرداب بلا اور آنکھ طوفان ہے۔

(۳۱۷)

تا لعل تو دل فروز خواہد بودن   کارم ہمہ آہ و سوز خواہد بودن
گفتی کہ شبانہ تو آیم روزے   آں روز کدام روز خواہد بودن

جب تک تیرا لعل لب دل فروز ہے میرا کام سراسر آہ و نالہ اور سوز و گداز ہے۔ تو نے کہا تھا کہ کسی روز تیرے گھر آؤں گا۔ تو وہ کون سا روز ہوگا۔

(۳۱۸)

جانست و زبانست و زباں دشمنِ جان   گر جانت بکار است نگہدار زباں
شیریں سخنی بگفت شاہ سخناں   سر برگ درخت است زباں بادِ خزاں

جان ہے اور زبان ہے اور زبان جان کی دشمن ہے اگر تجھے جان کی ضرورت ہے تو زبان کی نگہداشت کر۔ شاہ سخن نے کیا ہی شیریں بات کہی ہے کہ سر درخت کا پتہ اور زبان بادِ خزاں ہے۔

(۳۱۹)

ہستی بصفاتے کہ درو بود نہان   دارد سریان در ہمہ اعیانِ جہان
ہر وصف ز عینی کہ بود قابل آں   بر قدرِ قبولِ عین گشت است عیان

ہستی مطلق ان صفات کے ساتھ جو اس میں پوشیدہ ہیں۔ تمام موجودات جہان میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ ہر وصف جو اس کے قابل ہے اس عین کی قابلیت و استعداد کے مطابق ظاہر ہوا ہے۔

(۳۲۰)

شوریدہ دلے و فتنہ گر دوں گردوں   گریاں چشمے و اشک جیحوں جیحوں
کاہیدہ تنے و شعلہ خرمن خرمن   ہر شعلہ ز کوہ قاف افزوں افزوں

ایک شوریدہ دل ہے اور اس کے لئے آسمانوں کے روتے ہیں۔ ایک رونے والی آنکھ ہے اور آنسوؤں کے دریاؤں کے دریا ہیں ایک ضعیف و ناتواں جسم ہے اور شعلوں کے کھلیان کے کھلیان ہیں جن میں سے ہر ایک شعلہ کوہ قاف سے بھی بڑا ہے۔

(۳۲۱)

رخسار تو بے نقاب دیدن نتواں   دیدار تو بے حجاب دیدن نتواں
مادام کہ در کمال اشراق بود   سرچشمہ آفتاب دیدن نتواں

تیرے چہرے کو بے نقاب نہیں دیکھ سکتے۔ اور تیرا دیدار بے حجاب نہیں دیکھ سکتے جب تک پوری آب و تاب میں ہو۔ سرچشمۂ آفتاب کو نہیں دیکھ سکتے۔

(۳۲۲)

در درگہ ما دوستی یک دلہ کن   ہر چیز کہ غیر ماست آنرا یلہ کن
یک صبح باخلاص بیا بر در ما   گر کار تو بر نیاید آنگہ گلہ کن

ہماری درگاہ میں یکسوئی و یک دلی کے ساتھ دوستی کر اور جو چیز ہماری غیر ہے اس کو ترک کر دے ایک صبح تو خلوص و صدق کے ساتھ ہمارے دروازے پر آ جا۔ اگر پھر بھی تیرا کام نہ بنے۔ تو گلہ و شکایت کر۔

(۳۲۳)

فریاد ز دست فلک پیر و بن   کاندر پی من نہ نو بہشت و نہ کہن
بااینہمہ نیز شکر مے باید کرد   گر زیں بترم کند کہ گوید کہ مکن

اس بوڑھے آسمان کے ہاتھوں فریاد ہے کہ اس نے نہ میرے پاس کوئی نئی چیز چھوڑی نہ پرانی۔ اس پر بھی شکر کرنا چاہیئے کیونکہ اگر وہ مجھے اس سے بھی بدتر کر دے تو کون کہہ سکتا ہے کہ نہ کر۔

(۳۲۴)

بحریست وجود جاوداں موج زناں   زاں بحر ندیدہ غیر موج اہل جہاں
از باطن بحر موج بیں گشتہ عیاں   بر ظاہر بحر و بحر در موج نہاں

وجود ایک بحر ہے جو ہمیشہ موجزن ہے اہل جہاں نے اس بحر سے موج کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔ تو دیکھ کہ بحر کے باطن سے ایک موج بحر کی ظاہری سطح اپر نمودار ہوئی۔ اور بحر موج میں پوشیدہ ہوگیا۔

(۳۲۵)

با گلرخ خویش گفتم اے غنچہ دہاں   ہر لحظہ مپوش چہرہ چوں عشوہ دہاں
زد خندہ کہ من بعکس خوبان جہاں   در پردہ عیاں باشم و بے پردہ نہاں

میں نے اپنے گل رخسار محبوب سے کہا کہ اے غنچہ دہن! ناز کرنے والوں کی طرح مجھ سے ہر وقت چہرہ نہ چھپا۔ خندہ زن ہو کر کہنے لگا کہ میں خوبان جہاں کے برعکس پردہ میں ظاہر اور بے پردہ پوشیدہ ہوتا ہوں۔

(۳۲۶)

زد شعلہ بدل آتش پنہانی من   زاندازہ گذشت محنت جانی من
معذورم اگر سخن پریشاں افتاد   معلوم شود مگر پریشانی من

اندرونی آگ نے میرے دل میں شعلہ بھڑکا دیا اور میری جان کی تکلیف حد سے متجاوز ہوگئی۔ اگر میں بہکی بہکی باتیں کرتا ہوں تو معذور

ہوں اور اس سے میری پریشانی معلوم ہوتی ہے ۔

(۳۲۷)

بنگر بجہاں سرّ الٰہی پنہاں　　چوں آبحیات در سیاہی پنہاں
پیدا آمد ز بحر ماہی انبوہ　　شد بحر ز انبوہی ماہی پنہاں

غور سے دیکھ ! سرّ الٰہی دنیا ہی میں پوشیدہ ہے جس طرح آبحیات سیاہی کے اندر پنہاں ہے ۔ دریا کے اندر ہی سے بکثرت مچھلیاں پیدا ہوئیں اور ان مچھلیوں کی کثرت کی وجہ سے دریا چھپ گیا ۔

(۳۲۸)

چوں حق بتفاصیل شئون گشت عیاں　　مشہود شد ایں عالم پر سود و زیاں
گر باز روند عالم و عالمیاں　　بار تبۂ اجمال حق آیند نہاں

حق تعالیٰ موجودات کی تفصیل کے ساتھ عیاں ہوا تو یہ عالم سود و زیاں کے ساتھ ظاہر ہوا ۔ اگر عالم اور اہل عالم الجنو اے کل شئی یرجع الی اصلہٖ پھر اپنی اصلیت کی طرف رجوع کریں تو حق تعالیٰ کے مرتبہ اجمال میں پوشیدہ ہو جائیں ۔

(۳۲۹)

اے در ہمہ شاں ذات تو پاک از ہمہ شین　　نہ در حق تو کیف توان گفت نہ این
از روئے تعقل ہمہ غیر اند صفات　　با ذات تو از روئے تحقق ہمہ عین

تیری ذات ہر ایک شان میں تمام عیوب سے پاک ہے اور تیرے متعلق ایسا اور ویسا نہیں کہہ سکتے ۔ یعنی تیری کنہ ذات تک پہنچنا غیر ممکن ہے ۔

عقلاً تمام صفات تیری ذات سے جدا ہیں۔ لیکن از روئے تحقیق (وہ صفات) عین ذات ہیں۔

(۳۳۰)

دنیا گذراں، محنت دنیا گذراں　　بے سود ماندہ نے برسپراں
تا بتوانی عمر بطاعت گذراں　　بنگر کہ فلک چہ میکند با دگراں

دنیا فانی ہے اور دنیا کی تکلیف و محنت بھی فانی ہے نہ تو وہ اسلاف پر رہی ہے اور نہ ہی اخلاف پر رہے گی۔ جہاں تک ممکن ہو عبادت میں زندگی بسر کر اور دیکھ کہ دوسروں سے ساتھ اس آسمان نے کیا کیا (یعنی ان کے حالات سے عبرت حاصل کر)۔

(۳۳۱)

گر سقف سپہر گردد آئینہ چین　　ور تختۂ فولاد شود روئے زمین
از روزئے تو کم نشود داں بہ یقین　　میدان کہ چنیں ست چنیں است چنیں

اگر آسمان کی چھت آئینہ چینی بن جائے اور روئے زمین تختۂ فولاد ہو جائے (یعنی حصول روزی کے تمام ظاہری وسائل مفقود ہو جائیں۔ تو یقین رکھ کہ تیری روزی سے کچھ کم نہ ہو گا۔ بلا شک و شبہ ایسا ہی ہو گا۔

(۳۳۲)

درویشی کن و قصد در شاہ مکن　　وز دامن فقر دست کوتاہ مکن
اندر دہن مار شو داں مجوئے　　در چاہ نشین و طلب جاہ مکن

تو درویشی کر اور بادشاہ کے دروازے کا ارادہ نہ کر اور دامن فقر کو ہاتھ سے نہ چھوڑ - سانپ کے منہ میں چلا جا اور وہاں کی جستجو نہ کر کنوئیں میں بیٹھ جا مگر جاہ و منصب کا خواستگار نہ ہو -

(۳۴۳)

اے زلف مسلسلت بلائے دل من   وے لعل لبت گرہ کشائے دل من
من دل ندہم ولے ورائے دل تو   تو دل ندہی اگر ورائے دل من

تیری زلف دراز میرے دل کے لئے بلا ہے اور تیرا لعل لب میرے دل کی گرہ کھولنے والا ہے اگر تو میرے دل کے سوا اور کسی کو دل نہ دے تو میں تیرے دل کے سوا اور کسی کو دل نہ دونگا -

(۳۴۴)

بر گوش دلم ز غیب آواز رساں   مرغ دل خستہ را بپرواز رساں
یارب کہ بدوستئ مردان رہت   ایں گمشدہ مرا بمن باز رساں

میرے گوش دل میں غیب سے آواز پہنچا اور مرغ دل خستہ کو پرواز کی طاقت مرحمت فرما - اے پروردگار! اپنے اہل طریقت کی دوستی کی طفیل میرے اس گمشدہ کو پھر مجھ تک پہنچا دے -

(۳۴۵)

اے خالق ذوالجلال و حق رحمٰن   سازندۂ کارہائے بے ساماناں
خصمان مرا مطیع من مے گرداں   بے رحماں را رحیم من مے گرداں

اے خالق ذوالجلال اور اے خدائے رحیم! اے بے سروساماں

لوگوں کی بگڑی بنانے والے! تو میرے دشمنوں کو میرا مطیع اور بے رحموں کو مہربان و رحیم بنا دے ۔

(۳۳۶)

اے چشم من از دیدن رویت روشن   از دیدن رویت شدہ خرم دل من
رویت شدہ گل خرم و خنداں گشتہ   روشن مہ من گشتہ ز رویت دل من

میری آنکھ تیرے دیدار سے روشن اور میرا دل تیرے چہرے کے نظارے سے روشن و خرم ہو گیا۔ تیرا چہرہ پھول بن کر خرم و خنداں ہو گیا ہے اور اے میرے چاند! میرا دل تیرے چہرے کو دیکھ کر روشن ہو گیا ہے ۔

(۳۳۷)

در راہ یگانگی نہ کفر است و نہ دین   یک گام ز خود برون نہ و راہ ببین
ایجان جہاں تو راہ اسلام گزین   با مار سیہ نشین و با خود منشین

وحدت و یگانگت کی راہ میں نہ کفر ہے نہ دین۔ تو اپنی خودی سے ایک قدم باہر رکھ اور راستہ دیکھ لے۔ اے جان جہاں! تو مذہب اسلام اختیار کر اور مار سیاہ کے ساتھ بیٹھنا گوارا کر لے مگر خودی کے ساتھ نہ بیٹھ (کیونکہ ترک خودی ہی اسلام یعنی دین حق ہے) ۔

(۳۳۸)

شد دیدہ بعشق رہنمون دل من   تا کرد جدا ز غصہ درون دل من
زنہار دلم اگر نماند بدوست   از دیدہ طلب کنند خون دل من

میری آنکھ عشق میں دل کی راہنما ہو گئی یہاں تک کہ اس نے میرے

دل کو غم و غصہ سے لبریز کر دیا۔ اب اگر کسی دن میرا دل نہ رہا تو آنکھ
سے میرے دل کا خون طلب کریں گے۔ کیونکہ ؎

اگر چشمم نہ بیند روئے زیبا   چہ خواہد دل کہ خوباں در طلب ہے

(۳۳۹)

ازساحتِ دل غبارِ کثرت رُفتن   بہتر ز بہرزہ در وحدت سُفتن
مغرور سخن مشو کہ توحیدِ خدا   واحد دیدن بود نہ واحد گفتن

دل کے میدان کو غبارِ کثرت سے صاف کرنا بیہودہ وحدت کے موتی پرونے (مسئلہ توحید پر فصیح و بلیغ تقریر کرنے) سے بہتر ہے۔ تو کلام پر مغرور نہ ہو کیونکہ توحیدِ الٰہی واحد دیکھنا ہے نہ واحد کہنا ؎

قال را بگذار مردِ حال شو

(۳۴۰)

دارم المی ز چرخ چنداں چنداں   با گریہ توان گفت نہ خنداں خنداں
دُرّ و گہرم جملہ بتاراج برفت   واں دُرّ و گہر چہ بود دنداں دنداں

آسمان کے ہاتھوں مجھے ایسی تکلیف ہے کہ نہ رو رو کر بیان ہو سکتی ہے نہ ہنس ہنس کر۔ میرے تمام دُرّ و گہر برباد ہو گئے۔ وہ دُرّ و گہر کیا تھے؟ محض دانت ہی دانت۔

(۳۴۱)

اے آنکہ نزاحت عار از بدن من   حیرت باشد بجائے جاں در تن من
آں دست نگار بستہ خواہم کہ کشی   با خون ہزار کشتہ در گردن من

مجھے تو میرے دیکھنے سے ننگ و عار ہے لیکن تیری محبت میرے جسم میں جان کی مانند ہے۔ اس رنگین ہاتھ کو جو ہزار شہیدوں کے خون سے رنگا ہوا ہے اپنی گردن میں دیکھنا چاہتا ہوں۔
(نگار بستن۔ مہندی لگانا)۔

(۳۴/۳)

یارب نظرے بر من سرگرداں کن لطفی بمن دل شدہ حیراں کن
با من مکن آنچہ من سزائے آنم آنچہ از کرم و لطف تو آید آں کن

اے پروردگار! مجھ سرگرداں کے حال پر نظر عنایت کر اور مجھ دلدادہ و حیران پر رحم و شفقت فرما۔ میرے ساتھ وہ سلوک نہ کر جس کا میں سزاوار ہوں۔ (یعنی سیات اعمال کو مدنظر رکھتے ہوئے عذاب میں مبتلا نہ کر) بلکہ جو کچھ تیرے لطف و کرم کا تقاضا ہے وہ کر (یعنی عفو و در گزر)۔

(۳۴/۴)

سہل است مرا بسر خنجر بودن یا بہر مراد خویش بے سر بودن
تو آمدہٴ کہ کافرے را کشی غازی چو توئی خوش است کافر بودن

میرے لئے خنجر کی نوک پر ہونا یا اپنی مراد کی خاطر سر کٹا دینا آسان ہے تو اس لئے آیا ہے کہ کسی کافر کو قتل کرے۔ جب تیرے جیسا غازی ہو تو کافر ہونا بھی بہتر ہے۔

(۳۴۴)

در راہ خدا حجاب شد یک سوزن ، رو جملہ کار خویش را یکسو زن
درماندۂ نفس خویش گشتی وہ مرا ، یکسو غم مال و دختر و یکسو زن

راہ خدا میں ایک سوئی حجاب ہو گئی - تو جا اور اپنے تمام کام ایک طرف کر دے (چھوڑ دے) - تو تو اپنے نفس کے ہاتھوں عاجز اور درماندہ ہو رہا ہے اور مجھ کو ایک طرف مال اور اولاد کا غم ہے تو دوسری طرف بیوی کا خیال -

(۳۴۵)

اے غم اگذرے بکوئے بدناماں کن ، فکر من سرگشتہ بے ساماں کن
زاں ساغر لبریز کہ پر می ز غمست ، یک جرعہ بکار بے سر انجاماں کن

اے غم! ایک دفعہ بدناموں کے (ہمارے) کوچے میں آ اور مجھ سرگشتہ و بے سروسامان کی کچھ فکر کر اس بھرے ہوئے جام سے جو غم کی شراب سے لبریز ہے ایک گھونٹ بے سرانجاموں کو بھی پلا دے -

(۳۴۶)

اے شمع چو ابر گریہ و زاری کن ، وے آہ جگر سوز سیہ واری کن
چوں بہرۂ وصل او نداری اے دل ، و نداں بجگر نہ و جگرواری کن

سیہ واری - سیہ پوشی ، ماتم داری ؛

اے شمع! تو ابر کی مانند گریہ و زاری کر اور اے آہ جگر سوز! سیہ واری کر - اے دل! جب تو اس کے وصل سے بہرہ ور نہیں تو جگر میں

دانت گڑ دے اور جگر کو چبا ڈال ۔

(۳۴۷)

خواہی کہ کسے شوی ز ہستی کم کن — ناخوردہ شراب وصل مستی کم کن
با زلف بتاں دراز دستی کم کن — بت را چہ گنہ تو بت پرستی کم کن

اگر تو چاہتا ہے کہ کچھ بن جائے تو اپنی ہستی کو مٹا دے۔ شراب وصل پیے بغیر مستی نہ کر اور بتوں کی زلف کے ساتھ دراز دستی نہ کر۔ بت کا کیا قصور ہے تو بت پرستی نہ کر۔

(۳۴۸)

رفتم بہ طبیب و گفتم از درد نہاں — گفتا کہ ز غیر دوست بر بند زباں
گفتم کہ غذا؟ گفت ہمیں خون جگر — گفتم پرہیز؟ گفت از ہر دو جہاں

میں طبیب کے پاس گیا اور اس کو پوشیدہ درد کا حال سنایا۔ اس نے کہا کہ دوست کے سوا اوروں کے ذکر سے زبان بند کر لے۔ میں نے کہا غذا کیا کھاؤں؟ کہا یہی خون جگر۔ میں نے کہا پرہیز کن چیزوں سے کروں؟ جواب دیا۔ دونوں جہان سے۔

(۳۴۹)

آں دوست کہ مست عشق او دشمن جان — بر باد ہمی دہدش خرمن جان
من در طلبش در بدر و کوی بکوئے — او در دل و دست کردہ در گردن جان

وہ دوست جس کی شراب عشق کا سرشار اپنی جان کا دشمن ہوتا ہے اور جس درد خرمن جان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ میں اس کی آرزو میں دربدر

اور کوچہ بکوچہ پھر رہا ہوں اور وہ میرے دل میں اور ہاتھ جان کی گردن
میں ڈالے ہوئے ہے۔

(۳۵۰)

اے عشق تو مایۂ جنون دل من — حسن رخ تو ریختہ خون دل من
من دانم و دل کہ در وصالت چونم — کس را چہ خبر ز اندرون دل من

تیرا عشق میرے دل کے جنون کا سرمایہ ہے اور تیرے چہرے کے حسن نے میرے دل کا خون بہا دیا ہے۔ مجھکو اور میرے دل ہی کو معلوم ہے کہ تیرے وصل میں کیسی گذر رہی ہے کسی کو میرے باطن کی کیا خبر ہے۔

(۳۵۱)

بگریختم از عشق تو اے سیمیں تن — باشد کہ ز غم باز رہم مسکین من
عشق آمد و از پیم رسید و باز آورد — مانندہ خوبیاں رسن در گردن من

اے سیمیں تن! میں تیرے عشق سے بھاگا اس خیال سے کہ شاید میں بیچارہ تیرے غم سے آزاد ہو جاؤں۔ عشق آیا اور خوبیوں کے مانند میری گردن میں رسی ڈالے ہوئے مجھے آدھے راستہ سے واپس لے آیا۔

(۳۵۲)

عشق آں صفتی نیست کہ بتواں گفتن — ویں دُر بسر الماس نشاید سفتن
سوداست کہ میپزم و اللہ کہ عشق — یکبار آمد و نکرد ہم بجز آمد رفتن

عشق وہ صفت نہیں جو لفظوں میں ادا کی جا سکے اور یہ موتی ہیرے کی نوک سے نہیں بیدھا جاتا۔ میں جھک مار رہا ہوں۔ ورنہ عشق اچھوتا

آیا ہے اور اچھوتا ہی جائے گا۔

و

(۳۵۳)

مارا نبود دلے کہ کار آید ازو | جز نالہ کہ ہر دمے ہزار آید ازو
چنداں گریم کہ کوچہا گل گردد | نے زوید و نالہائے زار آید ازو

ہمارے پاس ایسا دل نہیں کہ اس سے کوئی کام ہو سکے نالہ کے سوا جو ہر لحظہ وہ ہزار کرتا ہے۔ میں اس قدر روتا ہوں کہ گلیاں کیچڑ ہو جاتی ہیں۔ اس کیچڑ سے بانس اگتے ہیں اور (اس بانس کی بنی ہوئی بانسری سے) نالۂ زار پیدا ہوتا ہے۔

(۳۵۴)

شبہائے دراز اے دریغا بے تو | درد و فراق اے دریغا بے تو
تو خفتہ بناز اے دریغا بے تو | من در تب و تاب اے دریغا بے تو

افسوس کہ تیرے بغیر دراز راتیں ہجر میں گذر رہی ہیں اور فراق اور درد میں تیرے بغیر وقت بسر ہوتا ہے تو ناز سے پڑا سوتا ہے مگر افسوس کہ میں تیرے ہجر میں تب و تاب میں مبتلا ہوں۔

(۳۵۵)

سودائے سر بے سر و ساماں یکسو | بی مہری چرخ دور گرداں یکسو
اندیشۂ خاطر پریشاں یکسو | اینہا ہمہ یکسو غم جاناں یکسو

ایک طرف بے سر و سامان سمر کا سودا و جنون ہے ایک طرف آسمان گردان کی بے مہری و بے مروتی ہے اور ایک طرف خاطر پریشان کے تفکرات ہیں یہ سب ایک طرف ہیں اور غم معشوق ایک طرف۔

(۳۵۶)

ایدل چو فراق یار دیدی خون شو   وی دیدہ موافقت بکن جیحون شو
ایجان تو عزیز تر نہ از یارم   بے یار تخواہمت ز تن بیرون شو

اے دل! جب تو نے فراق یار دیکھا ہے تو تو خون ہو جا اور اے آنکھ تو بھی اس کی موافقت کر۔ اور جیحون بن جا۔ اے جان تو میرے یار سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ یار کے بغیر میں تجکو بھی نہیں چاہتا۔ تن سے باہر ہو جا۔

(۳۵۷)

اے آمدہ کار من بجاں از غم تو   تنگ آمدہ بر دلم جہاں از غم تو
ہاں ایدل و دیدہ تا بسر بر نکنم   خاک ہمہ دشت خاوراں از غم تو

تیرے غم عشق کی وجہ سے میری جان پر بنی رہتی ہے اور دنیا میرے دل پر تنگ ہو رہی ہے ہاں ایدل اور اے آنکھ! اپنا کام بدستور کئے جاؤ جبتک میں تمام دشت خاوراں کی خاک سر پر نہ ڈال لوں۔

(۳۵۸)

ہاں یاراں ہوئے ہا چو ابر رواں شو   مردی کن و تنگا بدی سر کو
گر ہیز جہاں رسد کم بشکافد مو   با ہیچکسے نیک و بد نہ گرو ائی رو

ہاں اے یارو! شور و غوغا مچاؤ اور اے جوانمردو! ہو حق کرو۔ مردانگی کرو اور اس کوچہ کی نگہبانی کرو۔ اگر دنیا کا تیر آئے کہ بال کو پھاڑ دے تو پروانہ کرو اور ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو۔

(۳۵۹)

عشق است کہ شیر نر زبوں آید ازو از ہر چہ گماں بری فزوں آید ازو
گہ دشمنی کند کہ مہر افزا آید ازو گہ دوستیٔ کہ بوئے خوں آید ازو

عشق وہ چیز ہے جس سے شیر نر بھی مغلوب اور ذلیل و خوار ہو جاتا ہے اور جس چیز کا تو گمان کرے عشق اس سے بھی زیادہ ہے۔ کبھی تو عشق ایسی دشمنی کرتا ہے جس سے محبت بڑھ جاتی ہے اور کبھی ایسی دوستی جس سے بوئے خون آتی ہے۔

(۳۶۰)

دورم اگر از سعادت خدمت تو پیوستہ دلست آینہ طلعت تو
از گرمی آفتاب ہجرم چہ غمست دارم چو پناہ سایۂ دولت تو

اگرچہ بظاہر میں تیری خدمت کی سعادت سے دور ہوں مگر میرا دل ہمیشہ تیرا آئینۂ جمال بنا ہوا ہے مجکو آفتاب ہجر کی گرمی کا کیا خوف ہے۔ جبکہ میں تیرے سایۂ دولت کی پناہ رکھتا ہوں۔

(۳۶۱)

اے نالۂ پیر خانقاہ از غم تو وے گریۂ طفل بے گناہ از غم تو
افغان خروش صبحگاہ از غم تو آہ از غم تو ہزار آہ از غم تو

خانقاہ کے پیر کا نالہ، بتکدہ کے بچے کا رونا اور مرغ سحر کی فغان و زاری تیرے ہی غم عشق کی وجہ سے ہے۔ تیرے غم کے ہاتھوں سخت فریاد ہے کہ کسی کو بھی چین سے رہنے نہیں دیتا۔

(۳۶۲)

اے آئینہ را دادہ جلا صورت تو
یک آئینہ کس ندید بے صورت تو
نے نے کہ ز لطف در ہمہ آئینہ ہا
خود آمدہ بہر دیدن صورت تو

تیری صورت نے آئینہ کو جلا دی ہے کسی نے ایک آئینہ بھی تیری صورت کے بغیر نہیں دیکھا۔ نہیں نہیں بلکہ لطف و کرم سے تمام آئینوں میں تو خود ہی اپنی صورت دیکھنے آیا ہے۔

(آئینہ - مظاہر کونی)

(۳۶۳)

درد دل من دواش نے دانی تو
سوز دل من سزاش می دانی تو
من غرق گنہ پردہ عصیاں در پیش
پنہاں چہ کنم کہ فاش می دانی تو

میرے درد دل کی دوا تو ہی جانتا ہے اور میرے سوز دل کے لائق (علاج) سے تو ہی واقف ہے میں گناہوں میں غرق ہوں اور گناہوں کا پردہ سامنے پڑا ہے۔ پوشیدہ کیا رکھوں تو خود اس سے آگاہ ہے۔

(۳۶۴)

من جی نشوم کہ می ببخشائی تو
ہر جا کہ شکستہ ایست آنجائی تو
ما جملہ شکستگان درگاہ تو ایم
در حال شکستگاں چہ فرمائی تو

میں سنتا ہوں کہ تو بخش دیتا ہے اور جہاں کوئی شکستہ خاطر ہے وہاں تو ہے۔ ہم سب تیری بارگاہ میں شکستہ خاطر ہیں۔ ہم شکستہ حالوں کے متعلق تیرا کیا حسب ان ہے۔

(۳۶۵)

اے سبزی سبزۂ بہاراں از تو ــ سرخی روئے گلعذاراں از تو
آہ دل اشک بیقراراں از تو ــ فریاد کہ باد از تو باراں از تو

سبزۂ بہار کی سبزی تجھ سے ہے اور پھول جیسے چہرے والوں کی سرخی رخسار تیری ہی ذات سے ہے۔ بیقراروں کے دل کی آہ اور آنسو تجھ سے ہیں۔ فریاد کہ ہوا بھی تجھ سے ہے اور بارش بھی تجھ سے ہے (باد و باراں سے آہ و اشک مراد ہیں)۔

(۳۶۶)

اے پیر و جوان دہر شاد از غم تو ــ فارغ دل ہیچکس مباد از غم تو
مسکین من بیچارہ درین عالم خاک ــ سرگردانم چو گرد باد از غم تو

تیرے غم عشق سے زمانہ کے پیر و جوان خرم و شاد ہیں۔ (خدا کرے) کسی کا دل تیرے غم سے فارغ نہ ہو۔ اس عالم خاک میں میں مسکین بیچارہ تیرے غم کی وجہ سے بگولے کی مانند سرگرداں ہوا۔

(۳۶۷)

اے شعلۂ طور بید نور از تو ــ مے ہست بہم جرعۂ منصور از تو
ہر شی جہاں جہات منشور از تو ــ عرش از تو ہست از تو دیجور از تو

اے شعلۂ طور (محبوب حقیقی) طور تجھ سے پرنور ہے۔ اور منصور تیری
(شراب عشق کے) آدھے گھونٹ سے مست ہو رہا ہے۔ جہان کی
ہر ایک شے اور جہان تجھ سے پیدا ہوا ہے۔ تجھ سے ہوں اور مست و مخمور
بھی تجھ سے ہیں۔

(۳۶۸)

اے کعبہ پرست چیست کین من و تو　　صاحب نظراں خوردہ بین من و تو
گر بر سنجند کفر و دین من و تو　　دانند نہایت یقین من و تو

اے کعبہ کے پجاری! یہ میرا اور تیرا کینہ کیا ہے ارباب بصیرت مجھ میں
اور تجھ میں عیب دیکھتے ہیں۔ اگر میرے اور تیرے کفر و دین کا موازنہ
کریں۔ تو میرے اور تیرے ایمان کی انتہا معلوم ہو جائے۔

(۳۶۹)

ابر از دہقاں کہ ژالہ می روید از و　　دشت از مجنوں کہ لالہ می روید از و
خلد از صوفی و حور عین از زاہد　　بزم از دلکے کہ نالہ می روید از و

ابر جس سے اولے پیدا ہوتے ہیں دہقان سے تعلق رکھتا ہے اور دشت
جہاں لالہ اگتا ہے مجنوں سے ہے۔ خلد بریں صوفی سے اور حور عین زاہد سے۔
ہماری ملکیت ایک چھوٹا سا دل ہے جس سے نالہ پیدا ہوتا ہے۔

(۳۷۰)

از دیدہ سنگ خون چکاند غم تو　　بیگانہ و آشنا نداد غم تو
ورنے خورم و محنت ہمی نوش کنم　　تا آنکہ بکس دگر نماند غم تو

تیرا غم پتھر کی آنکھ سے خون ٹپکاتا ہے اور اپنے اور بیگانے میں تمیز نہیں کرتا میں درد کھاتا ہوں اور تیرا غم پیتا ہوں تاکہ کسی اور کے لیے تیرا غم نہ رہ جائے۔

(۳۷۱)

جان و دل من فدائے خاک در تو   گر فرمائی بدیدہ آیم بر تو
وصلت گوید کہ تو نداری سر ما   بے سر بادا ہر آنکہ ندارد سر تو

میری جان اور میرا دل تیرے دروازے کی خاک پر فدا ہے اگر تو فرمائے تو میں آنکھوں کے بل تیرے پاس آؤں۔ تیرا وصل کہتا ہے کہ تجھکو میری تمنا نہیں وہ بے سر ہو جائے جس کو تیری تمنا نہ ہو۔

(۳۷۲)

اے در دل من اصل تمنا ہمہ تو   وے در سر من مایۂ سودا ہمہ تو
ہر چند بروزگار در مے نگرم   امروز ہمہ توئی و فردا ہمہ تو

اے محبوب! دراصل میرے دل میں تیری ہی تمنا ہے اور میرے سر میں تیرے ہی عشق و سودا کا سرمایہ ہے جس قدر میں زمانہ پر غور کرتا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی سب کچھ تو ہی ہے اور کل بھی تو ہی ہوگا۔

(۳۷۳)

اے شمع دلم قامت سنجیدۂ تو   وصل تو حیات این ستم دیدۂ تو
چون آئینہ پر شد دلم از عکس رخت   سوئے تو نگرم ولیک از دیدۂ تو

تیرا قد موزوں میرے دل کے لیے شمع ہے اور تیرا وصل اس ستم

رسیدہ کی زندگی ہے ۔ میرا دل آئینہ کی طرح تیرے چہرے کے عکس سے پُر ہو گیا میں تیری طرف دیکھتا ہوں لیکن تیری ہی آنکھ سے دیکھتا ہوں ۔

(۳۷۴)

زلفش بکشی شب دراز آید ازو ۔ ور بگذاری چنگل باز آید ازو
ور پیچ و خمش ز یک دگر باز کنی ۔ عالم عالم مشک فراز آید ازو

اگر تو اس کی زلف کو کھینچے تو شب دراز پیدا ہو گی ۔ اور اگر چھوڑ دے تو پنجۂ باز کی مانند ہو جائے گی ۔ اگر تو اس کے پیچ و خم ایک دوسرے سے الگ الگ کھول دے تو تمام کائنات اس سے معطر ہو جائے ۔

(۳۷۵)

من کیستم بہ آتش بدل افروختہ ۔ بر خرمن عشق چشم خود دوختہ
در راہ وفا چو سنگ و آتش گردم ۔ شاید کہ رسم بہ صحبت سوختہ

(خود ہی سوال کرتے ہیں) کہ میں کون ہوں؟ (اور پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ میں وہ ہوں) جس نے دل میں آگ لگا رکھی ہے اور خرمن عشق پر نگاہ باندھ رکھی ہے ۔ وفا کی راہ میں پتھر کی مانند (سخت دل) اور آگ کی طرح (تیز رو) پھر رہا ہوں کہ کسی دل جلے کی صحبت نصیب ہو جائے ۔

(۳۷۶)

اے چشم تو چشمۂ چشم ہمہ — بی چشم تو نور نیست در چشم ہمہ
چشم ہمہ را نظر بسوئے تو بود — از چشم تو چشمہاست در چشم ہمہ

تیری آنکھ سب کی آنکھ کا سرچشمہ ہے اور تیری آنکھ کے بغیر کسی کی آنکھ میں نور نہیں ہے۔ سب کی آنکھ تیری طرف لگی ہوئی ہے۔ اور تیری آنکھ کی وجہ سے ہر ایک کی آنکھ میں (آنسوؤں کے) چشمے ہیں۔

(۳۷۷)

ہجران ترا چو گرم شد ہنگامہ — بر آتش من قطرہ فشاند از خامہ
من رفتم و مرغ روح من پیش تو ماند — تا ہمچو کبوتر از تو آرد نامہ

جب تیرے ہجر کا ہنگامہ گرم ہوا تو اس نے اپنے قلم سے میری آگ پر ایک قطرہ گرایا میں چلا گیا اور میرا مرغ روح تیرے پاس رہا تا کہ کبوتر کی طرح تیرا خط لائے۔

(۳۷۸)

دارم صنمے چہرہ بر افروختۂ — با جور و جفا و ستم آموختۂ
او عاشق دیگرے و من عاشق او — پروانہ صفت سوختۂ سوختۂ

میں ایک ایسا معشوق رکھتا ہوں جس کا چہرہ روشن ہے اور وہ جور و جفا و ستم خوب سیکھا ہوا ہے وہ کسی دوسرے پر عاشق ہے اور میں اس پر عاشق ہوں گویا پروانہ کی مانند جلے ہوئے کا سوختہ ہوں۔

(۳۷۹)

درگفتن ذکر حق زبان از ہمہ بہ طاعت کہ بشب کنی نہاں از ہمہ بہ
خواہی کہ زپلصراط آساں گزری ناں دہ بجہانیاں کہ ناں از ہمہ بہ

اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہوئے زبان سب سے بہتر ہے اور عبادت جو رات کو پوشیدہ طور پر کی جائے سب سے بہتر ہے۔ تو چاہتا ہے کہ پلصراط سے بآسانی گزر جائے۔ تو اہل جہان کو روٹی دے۔ کیونکہ روٹی سب سے بہتر ہے۔

(۳۸۰)

چشمم کہ سرشک لالہ گوں آوردہ وزہر مژہ قطرہ ہائے خوں آوردہ
نی نی نظارہ ات دل خوں شدہ ام از روزن سینہ سر بروں آوردہ

میری آنکھ جس سے گل لالہ کی طرح سرخ آنسو بہتے ہیں اور ہر پلک سے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ میرے خون شدہ دل نے تیرے نظارہ کے لئے روزن سینہ سے سر باہر نکالا ہوا ہے۔

(۳۸۱)

اینک سر کوئے دوست اینک سر راہ گر تو نروی روندگاں را چہ گناہ
جامہ چہ کنی کبود و نیلی و سیاہ دل صاف کن و قبا ہمی پوش و کلاہ

یہ کوچۂ یار کا سرا ہے اور یہ راستہ کا شروع ہے اگر تو نہیں چلتا تو چلنے والوں کا کیا قصور ہے تو لباس کو نیلا پیلا اور سیاہ کیا کرتا ہے دل صاف کر اور یہی قبا اور کلاہ پہن۔

(٣٨٢)

دنیا طلبان ز حرص مستند همه — موسیٰ کش و فرعون پرستند همه
هر عهد که با خدائے بستند همه — از دوستی حرص شکستند همه

دنیا کے طلبگار حرص سے بیخود و سرمست ہو رہے ہیں۔ وہ سب موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے والے اور فرعون کے پجاری ہیں۔ تمام عہد جو انہوں نے خداوند تعالیٰ سے باندھے تھے حرص پرستی کے باعث سب توڑ دیئے۔

(٣٨٣)

درویشان نشسته در تنگ دره — گر نان جوے خوریم و گر پشت بره
پیران کهن دانند و پیران سره — هر کس که بیابد بکند جان بره

ہم درویش ایک تنگ درے میں بیٹھے ہیں کبھی جو کی روٹی کھاتے ہیں اور کبھی بره کی پیٹھ۔ بڑے بوڑھے اور سردار لوگ جانتے ہیں کہ جو شخص ہمیں نظر بد سے دیکھتا ہے وہ سمجھ نہیں جاتا۔

(٣٨٤)

اے روئے تو مہر عالم آرائے همه — وصل تو شب و روز تمنائے همه
گر با دگران به ازین وائے من — ور با همه کس همچو منی وائے همه

تیرا چہرہ سب کے لئے مہر عالم آرا ہے اور تیرا وصل سب کی رات دن کی تمنا ہے۔ اگر تو دوسروں کے ساتھ مجھ سے بہتر سلوک کرتا ہے۔ تو مجھ پر افسوس ہے اور اگر سب کے ساتھ میری ہی طرح ہے تو سب پر افسوس ہے۔

(۳۸۵)

من کیستم از خویش تنگ آمده — دیوانهٔ باخود به جنگ آمده
دوشینه بکوی دوست از اشکم گشت — ناخن پای دل به سنگ آمده

میں کون ہوں؟ وہ ہوں جو اپنے آپ سے تنگ آیا ہوا ہے اور ایسا دیوانہ ہوں جو اپنے آپ سے برسرپیکار ہے۔ کل رات دوست کے کوچہ میں میرے آنسوؤں سے ٹھوکر کھا کر میرے دل کے پاؤں کا ناخن گیا۔

(۳۸۶)

اے نیک نکردہ و بدیہا کردہ — وانگاہ بہ لطف حق تولا کردہ
بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نبود — ناکردہ چو کردہ کردہ چون ناکردہ

اے وہ شخص! جس نے کوئی نیکی نہیں کی اور اس پر بھی اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا امیدوار ہے۔ تو اس کے عفو پر بھروسہ نہ کر۔ کیونکہ کیا ہوا نہ کیا ہوا اور نہ کیا ہوا کیا ہوا کی مانند ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(۳۸۷)

جز وصل تو دل بہ ہرچہ بستم توبہ — بے یاد تو ہر جا کہ نشستم توبہ
در حضرت تو توبہ شکستم صد بار — زین توبہ کہ صد بار شکستم توبہ

تیرے وصل کے علاوہ جس چیز کے ساتھ میں نے دل لگایا اس سے میری توبہ ہے۔ اور تیری یاد کے بغیر جہاں کہیں بیٹھا ہوں توبہ ہے۔ میں نے تیری بارگاہ میں سینکڑوں مرتبہ توبہ توڑی ہے اس توبہ سے جو میں نے سو بار توڑی ہے، توبہ ہے۔

(۳۸۸)

معمورۂ دل بہ علم آراستہ بہ   معمورۂ جاں ز کینہ پیراستہ بہ
از ہستیٔ خود ہر چہ تواں کاستہ بہ   ہر چیز کہ غیر تست ناخواستہ بہ

دل کی آبادی علم سے آراستہ ہو تو بہتر ہے اور جان کا شہر کینہ و عناد سے پاک و صاف ہو تو بہتر ہے۔ اپنی خودی کو جہاں تک گھٹایا جائے اچھا ہے اور تیرے ماسوی کی تمنا نہ کی جائے تو بہتر ہے۔

ی

(۳۸۹)

پاکی و منزہی و بے ہمتائی   کس را نبود ملک باین زیبائی
خلقاں ہمہ خفتہ اند و تو آگاہی   یارب تو در لطف بما بکشائی

بے ہمتا - بے مثال ۔ منزہ - پاک ۔ خلقاں - مخلوقات ۔

اے خداوند قدوس! تو پاک ہے، منزہ ہے اور بے مثال ہے کسی کی سلطنت اس زیبائش کے ساتھ نہیں۔ مخلوق تمام سوئی پڑی ہے تو خود آگاہ ہے۔ اے پروردگار! تو اپنے لطف و کرم کا دروازہ ہم پر کھول دے۔

(۳۹۰)

اے خالق ذوالجلال اے بار خدائے   تا چند روم در بدر و جائے بجائے
یا خانۂ امید مرا در بہ بند   یا قفل مہمات مرا در بکشائے

اے خالق ذوالجلال! اے خداوند تعالیٰ! میں کب تک دربدر اور جا بجا مارا مارا پھرتا رہونگا یا تو میری امید کا دروازہ بند کر دے یا میری مشکلات کا قفل کھول دے۔

(۳۹۱)

یا سرکشیٔ عدو را سرکوبی یا خار و خس زمانہ را جاروبی
یکبارگی از جہان ملولم یا رب حشری نشری قیامتی آشوبی

یا عدو کی سرکشی کے لئے کوئی سرکوبی کرنیوالا بھیج دے یا زمانے کے خس و خاشاک پر جھاڑو دینے والا۔ ان کمینوں سے میرا دل بیزار ہوگیا ہے۔ کسی حشر نشر، قیامت اور آشوب کی ضرورت ہے۔

(۳۹۲)

در کوئے خودم مسکن و ماوی دادی در بزم وصال خود مرا جا دادی
الحمد للہ بصد کرشمہ و ناز مرا عاشق کردی و سر بصحرا دادی

تو نے اپنے کوچہ میں مجھکو جائے رہائش و جائے پناہ دی اور اپنی بزم وصال میں مجھے جگہ مرحمت فرمائی۔ الحمد للہ سو کرشمہ و ناز سے مجھکو عاشق کر کے آوارۂ دشت جنوں کر دیا۔

(۳۹۳)

اے شاہ ولایت دو عالم مددے بر عجز و پریشانی عالم مددے
اے شیر خدا از دو لبم یا دم رس جز حضرت تو پیش کہ نالم مددے

شاہ ولایت، شیر خدا دونوں حضرت علی کے القاب ہیں۔

اے دونوں جہان کی ولایت کے بادشاہ مدد کر۔ دنیا کی عاجزی اور پریشانی پر رحم فرما۔ اے شیر خدا! جلدی میری فریاد سن تیری بارگاہ کے علاوہ کس کے حضور نالہ و فریاد کروں۔

(۳۹۴)

با گردن روزگار را زنجیرے با سرکشی زمانہ را تدبیرے
ایں زاغ و شغال سبی پر پرند بلند سنگی چوبی گزی تفنگی تیرے

یا تو زمانہ کی گردن کے لئے زنجیر چاہیئے۔ یا سرکشی زمانہ کی کوئی تدبیر ہونی چاہیئے۔ یہ کوؤں جیسے لوگ بہت بلند اڑ گئے ان کے واسطے کسی پتھر چھڑی، گز، بندوق یا تیر کی ضرورت ہے۔

(۳۹۵)

تا آزار دلے راکہ تو جانش باشی معشوقہ پیدا و نہانش باشی
زاں می ترسم کہ از دل آزاری تو دل خوں شود و تو درمیانش باشی

تو اس دل کو نہ ستا جس کی تو جان ہے اور جس کا تو ظاہراً و چھپا معشوق ہے میں اس لئے ڈرتا ہوں کہ تیری دل آزاری سے دل خون ہو جائے گا۔ اور تو اس کے درمیان ہوگا۔

(تا آزار - میازار کا مخفف ہے)۔

(۳۹۶)

اے شیر خدا امیر حیدر فتحے وے قلعہ کشائے باب خیبر فتحے
درہائے امید بر رخم بستہ شدہ اے صاحب ذوالفقار و قنبر فتحے

اے شیرِ خدا! امیر حیدر مشکل کشائی کر۔ اور اے قلعہ خیبر کا دروازہ کھولنے والے! فتح عنایت کر۔ امید کے دروازے میرے سامنے بند ہیں۔ اے ذوالفقار و قنبر کے مالک امید بر لا۔

(۳۹۷)

اے آنکہ تو دردِ دردمنداں دانی ‌ ‌ درمان و علاجِ مستمنداں دانی
حالِ دلِ خویش را چہ گویم با تو ‌ ‌ ناگفتہ تو صد ہزار چنداں دانی

اے وہ ذات! جو دردمندوں کے درد کو جانتا ہے اور حاجتمندوں کے علاج و درماں سے آگاہ و باخبر ہے میں اپنا حالِ دل تجھ سے کیا کہوں کیونکہ تو بغیر کہے (کہنے کی نسبت) ہزار مرتبہ زیادہ جانتا ہے۔

(۳۹۸)

آنی کہ تو حالِ خستہ حالاں دانی ‌ ‌ احوالِ دلِ شکستہ بالاں دانی
ور خوانمت از سینہ سوزاں شنوی ‌ ‌ دم در نزنم زبانِ لالاں دانی

تو وہ ہے جو خستہ دلوں کے دل کا حال جانتا ہے اور شکستہ خاطروں کے حالات سے آگاہ ہے۔ اگر میں سینہ سوزاں کے ساتھ تجھے بلاؤں بلاؤں تو تو میری آواز سنتا ہے اور اگر دم نہ ماروں اور خاموش رہوں تو تو گونگوں کی زبان جانتا ہے۔

(۳۹۹)

گر در یمنی چو با منی پیشِ منی ‌ ‌ گر پیشِ منی چو بے منی در یمنی
من با تو چنانم اے نگار یمنی ‌ ‌ خود در غلطم کہ من توام یا تو منی

اگر میرے خیال کے ساتھ تو یمن میں ہے تو میرے پاس ہی ہے۔ اور اگر میرے خیال کے بغیر تو میرے سامنے بھی ہے تو گویا یہاں نہیں ہے۔ اے نگار یمن! میں تیرے ساتھ اس طرح ہوں کہ مجھے خود مغالطہ ہو جاتا ہے کہ میں ہی تو ہے یا تو میں ہوں۔

(۴۰۰)

یارب در خلق تکیہ گاہم نہ کنی — محتاج گدا و پادشاہم نہ کنی
موئے سیہم سفید کردی بکرم — با موئے سفید رو سیاہم نہ کنی

اے پروردگار! مخلوق کے دروازہ کو میری تکیہ گاہ نہ بنانا اور مجھے گدا و بادشاہ کا محتاج نہ کرنا۔ میرے سیاہ بالوں کو تو نے سفید کر دیا۔ اپنی مہربانی سے سفید بالوں کے ساتھ مجھے رو سیاہ نہ کرنا۔

(۴۰۱)

حقا کہ اگر چو مرغ پر داشتمے — روزے ز تو صد بار خبر داشتمے
ایں واقعہ ام اگر نبودے در پیش — کے دیدہ ز دیدار تو بر داشتمے

بخدا! اگر میں مرغ کی طرح پر رکھتا۔ تو ایک دن میں سو بار تیری خبر لیتا۔ اگر یہ واقعہ در پیش نہ ہوتا۔ تو تیرے دیدار سے میں کب آنکھ اٹھاتا۔

(۴۰۲)

دردے دارم و سینۂ بریانے — عشقے دارم و دیدۂ گریانے
عشقے چہ عشق عشق عالم سوزے — دردے چہ درد درد بے درمانے

میں درد رکھتا ہوں اور سینۂ بریاں رکھتا ہوں۔ عشق رکھتا ہوں اور چشمِ گریاں رکھتا ہوں۔ عشق کی وہ آگ جو دنیا کو جلا دے اور درد بھی ایسا درد جس کا کوئی علاج نہیں۔

(۴۰۳)

عالم بود ار تو ز عبرت عاری — نہری جاری بطورہائے طاری
وندر ہمہ طورہائے آن نہر جاری — سرِ حقیقت الحقائق ساری

اگر تو عبرت سے عاری نہیں (تو تیری نظر میں) عالم ایک ایسی نہر کی مانند ہوگا۔ جو مختلف اطوار کے ساتھ جاری ہے اور اس جاری نہر کے تمام اطوار میں حقیقت الحقائق ایک بسر سرایت کئے ہوئے ہے۔

(۴۰۴)

تحقیق معانی ز عبارات مجو — بے رفع قیود و اعتبارات مجو
خواہی یابی ز علت جہل شفا — قانون نجات از اشارات مجو

قانون و شفا و اشارات۔ بو علی سینا کی مشہور تصانیف ہیں۔

معانی کی تحقیق عبارتوں میں نہ ڈھونڈھ اور قیود و اعتبارات کو رفع کئے بغیر تلاش نہ کر۔ اگر تو جہالت کے مرض سے شفا حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو نجات کا قانون اشارات میں تلاش نہ کر۔

(۴۰۵)

ہستی کہ ظہور میکند در ہمہ شے — خواہی کہ بری بحال او ہم پے
رو بر سر مے حباب را بین کہ چسان — می دان بود اندر وی و وی در می وے

ہستی (وجود مطلق) جو تمام اشیاء موجودات میں ظہور کرتی ہے اگر تو اس کے موجودات میں جاری و ساری ہونے کی حقیقت کو معلوم کرنا چاہتا ہے تو جا اور شراب کی سطح پہ حباب کو دیکھ کہ وہ کس شراب کے اندر ہے اور شراب اس کے اندر ۔

(۴۰۶)

گر شہرہ شوی بشہر شر الناسی　　ور خانہ نشینی ہمگی وسواسی
بہ زاں نبود کہ ہمچو خضر و الیاس　　کس نشناسد ترا و تو کس نشناسی

اگر تو شہر میں مشہور ہو جائے تو بدترین آدمی ہے اور اگر گھر ہی میں بیٹھا رہے تو ہمہ تن وسواس ہے ۔ اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ خضر و الیاس کی طرح تجھے کوئی نہ پہچان سکے اور تو سب کو پہچان لے ۔

(۴۰۷)

دنیائے دنی پر ہوس را چہ کنی　　آلودہ ہر ناکس و کس را چہ کنی
اے یار طلب کن کہ ترا باشد و بس　　معشوقہ صد ہزار کس را چہ کنی

تو یہ ہوس کمینہ دنیا کو کیا کرے گا جو ہر کس و ناکس سے آلودہ ہو رہی ہے ۔ تو ایسا یار طلب کر جو فقط تیرا ہو کر رہے ۔ ایسی معشوقہ کو جس کے عاشق ہوں تو کیا کرے گا ۔

(۴۰۸)

خواہی چو خلیل کعبہ بنیاد کنی　　واں را بنماز و طاعت آباد کنی
روزے دو ہزار بندہ آزاد کنی　　بہ زاں نبود کہ خاطرے شاد کنی

اگر تو چاہتا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح کعبہ تعمیر کرے اور اس کو نماز و عبادت سے آباد کرے اور ہر روز دو ہزار غلام آزاد کرے (یہ سب کچھ) اس سے بہتر نہیں ہو سکتا کہ تو کسی دل کو خوش کرے۔

(۴۰۹)

ای در خم چوگان تو سر باشیده گوی   بیرون نه ز فرمان تو دل یک سر موی
ظاهر که بدست ماست آن را شستیم   باطن که بدست توست آن را تو بشوی

تیرے چوگان کے خم میں سر گیند کے مانند ہیں۔ تیرے فرمان سے دل ایک بال برابر بھی باہر نہیں۔ ظاہر جو ہمارے اختیار میں ہے اس کو ہم نے دھو ڈالا۔ (ظاہری آلائشوں سے پاک ہو گئے) ہمارا باطن جو تیرے ہاتھ میں ہے اس کو تو دھو ڈال (باطنی آلودگیوں سے نجات دے)۔

(۴۱۰)

غم چاره نصیب چرخ خم بایستی   یا با غم من صبر بهم بایستی
یا مایه غم چو عمر کم بایستی   یا عمر باندازه غم بایستی

یا تو غم خمیدہ آسمان کی قسمت میں ہونا چاہیے یا میرے غم کے ساتھ صبر بھی ہونا چاہیے۔ یا غم کا سرمایہ عمر کی مانند کم ہونا چاہیے یا عمر غم کے اندازہ کے مطابق ہونی چاہیے۔

(۴۱۱)

ای خالق ذوالجلال هر جانوری   وی رهنمای هر بحر و بری
بستم کمر امید بر درگه تو   بگشای دری که من ندارم خبری

اے ہر جاندار کے صاحب جلال خالق! اور اے ہر بےخبر کی رہنمائی کرنے والے راہبر! میں نے تیری بارگاہ میں کمر امید باندھ لی ہے کوئی دروازہ کھول دے کیونکہ مجھے کچھ خبر نہیں۔

(۱۲/۴)

اے ذات تو در صفات اعیاں طاری — اوصاف تو در صفات شاں متواری
وصف تو چو ذات مطلق است اما لیک — در ضمن مظاہر از تقید عاری

تیری ذات موجودات کی صفات میں سرایت کئے ہوئے ہے اور تیرے اوصاف ان کی صفات میں پوشیدہ ہیں تیرے اوصاف بھی تیری ذات کی طرح مطلق ہیں لیکن مظاہر کے ضمن میں تقید سے عاری نہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات بھی ذات کی طرح مطلق اور تمام قیود سے بالاتر ہیں۔ لیکن جب وہ صفات مظاہر کونی میں نمایاں ہوتی ہیں (مثلاً ایک حسین صورت میں صفت جمالی جلوہ گر ہوتی ہے) تو وہ مقید ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ہستی مقید فی الزمان والمکان میں پائی جاتی ہیں۔

(۱۳/۴)

ایدل اگر آں عارض دلجو بینی — ذرات جہاں را ہمہ نیکو بینی
در آئینہ کم نگر کہ خود بیں نشوی — خود آئینہ شو تا ہمگی او بینی

اے دل! اگر تو اس دل لبھانے والے چہرے کو دیکھے تو ذرات جہاں تیری نظر میں بھلے معلوم ہوں گے۔ تو آئینہ نہ دیکھ کہ خود بیں نہ ہو جائے بلکہ (تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کے ذریعہ) خود آئینہ بن جا تاکہ سراسر اسی کو دیکھے۔

(۴۱۴)

وصافی خود بر عزم حاسد تا کے　　ترویج جہیں متاع کاسد تا کے

تو معدومی۔ خیال ہستی از تو　　فاسد باشد خیال فاسد تا کے

حاسد کی مرضی کے خلاف تو کب تک خود ستائی میں محو رہے گا۔ اور اس کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا۔ تو معدوم ہے اور تجھ سے ہستی کا خیال فاسد ہے۔ تو کب تک اس خیال فاسد میں مبتلا رہے گا۔

(۴۱۵)

تا ترک علائق و عوائق نہ کنی　　یک سجدہ شائستہ لائق نہ کنی

خلا کرد دام لات و عزیٰ نرہی　　تا ترک خود و جملہ خلائق نہ کنی

جب تک تو تمام تعلقات و موانعات سے قطع تعلق نہ کرے ایک سجدہ بھی ایسا نہ کر سکے گا۔ جو ذات باری کے لائق و سزاوار ہو۔ بخدا جب تک تو اپنی خودی اور تمام مخلوقات کو ترک نہ کرے گا لات و عزیٰ (دو بتوں کے نام) کے دام سے نجات نہ پا سکے گا۔

(۴۱۶)

ہستی کہ عیاں نیست ولی از شانے　　در شان دگر جلوہ کند ہر آنے

ایں نکتہ بجو ز کل یوم ہو فی شان　　گر بایدت از کلام حق برہانے

وہ ہستی جو ظاہر نہیں ہے ہر آن ایک شان سے دوسری شان میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اگر تو کلام اللہ سے اس کی دلیل چاہتا ہے تو یہ نکتہ کل یوم

ھوئی شان سے تلاش کر ۔

(۱۴۷)

من کیستم؟ از قید دو عالم فردے   عنقا نفسے بلند ہمت مردے
دیوانۂ خود سے بیابان گردے   لبریز محبتے سراپا دردے

میں کون ہوں؟ دونوں جہان کی قید سے آزاد ہوں اور عنقا طبیعت اور بلند ہمت مرد ہوں ۔ اپنا ہی دیوانہ اور بیابان نورد ہوں، محبت سے لبریز اور سراپا درد ہوں ۔

(۱۴۸)

اے آنکہ بملک خویش پایندہ توئی   وز دامن شب صبح نمایندہ توئی
کار من بیچارہ قوی بستہ شدہ   بکشائے خدایا کہ کشایندہ توئی

اے خدا! اپنے ملک میں قائم و دائم تیری ہی ذات ہے اور پردۂ شب سے صبح کو تو ہی ظاہر کرتا ہے ۔ مجھ بیچارہ کا کام بہت رک گیا ہے ۔ اے پروردگار! تو اس کو حل کر دے کیونکہ حل کرنے والا تو ہی ہے ۔

(۱۴۹)

اے از تو بباغ ہر گلے را رنگے   ہر مرغے را ز شوق تو آہنگے
باکوہ ز اندوہ تو رمزے گفتم   برخاست صدائے نالہ از ہر سنگے

باغ کا ہر پھول تیری وجہ سے رنگین ہے اور ہر جانور تیرے شوق سے نغمہ سرا ہے ۔ میں نے کوہ سے تیرے غم کی ایک رمز بیان کی تو ہر ایک پتھر سے صدائے نالہ بلند ہونے لگی ۔

(۴۲۰)

پیوسته ترا دل ار بوده معذوری — غم هیچ نیازموده معذوری
من بی تو هزار شب بخون در خفتم — تو بی من شبی نبوده معذوری

تو ہمیشہ دل آزار رہا ہے اور تجھے کبھی غم کا تجربہ نہیں ہوا۔ تو معذور ہے میں تیرے ہجر میں ہزاروں راتیں خون میں سویا ہوں لیکن میرے ہجر میں تیری ایک رات بھی ایسی حالت نہیں ہوئی تو معذور ہے۔

(۴۲۱)

از درد تو نیست چشم خالی نفسی — هر جا که دلیست شد گرفتار غمی
بیماری تو باعث نابودن ماست — ای باعث عمر ما نباشد المی

تیرے درد کی وجہ سے کوئی آنکھ آنسو سے خالی نہیں جہاں کہیں دل ہے گرفتار غم ہے۔ تیری بیماری ہمارے نہ ہونے (موت وفنا) کا باعث ہے۔ لہذا اے ہماری زندگی کے باعث تجھے کوئی الم و تکلیف نہ ہو۔

(۴۲۲)

از هستی خویش تا پشیمان نشوی — سر حلقهٔ عارفان مستان نشوی
تا در نظر خلق نگردی کافر — در مذهب عاشقان مسلمان نشوی

جبتک تو اپنی ہستی سے پشیمان نہ ہوگا۔ عارفوں اور مستوں کا سرگروہ نہ بنے گا۔ تو مخلوق کی نظروں میں جب تک کافر نہ ہوگا۔ عاشقوں کے مذہب میں مسلمان نہ ہوگا۔

(۴۲۳)

در کوئے تو میدہند جانے بجوے ‌ ‌ جانے بجوے چہ کاروانے بجوے
از وصل تو یک جو بجہان می ارزد ‌ ‌ زین جنس کہ ماایم جہانے بجوے

تیرے کوچہ میں ایک جو کے عوض جان دے دیتے ہیں۔ نہیں تو کہ جو کے عوض جان تو کیا ایک کاروان دے دیتے ہیں۔ تمام جہان تیرے وصل کے ایک جو کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا اور جس جنس سے ہم ہیں اس جنس کا ایک جہان ایک جو کے برابر ہے۔

(۴۲۴)

گر شانہ کش طرۂ لیلیٰ باشی ‌ ‌ گر در سر مجنون ہمہ سودا باشی
گر آئینۂ جمال یوسف گردی ‌ ‌ گر آتش خرمن زلیخا باشی

کبھی تو لیلیٰ کی زلفوں کو شانہ کر رہا ہے۔ اور کبھی مجنوں کے سر میں سراسر جنون و سودا بن جاتا ہے کبھی جمال یوسف کا آئینہ ہو جاتا ہے اور کبھی زلیخا کے لئے آتش سوزاں بنجاتا ہے۔

(۴۲۵)

اے دل بر دوست تحفۂ جان نبری ‌ ‌ ور عشق تو درد ہست نام درمان نبری
بے درد نہ ای دوست نالاں گشتی ‌ ‌ خاموش کہ عرض دردمنداں نبری

اے دل! دوست کے پاس جان کے سوا کوئی تحفہ نہ لیجانا۔ اگر تجھے درد ہیں تو وہاں اس کا نام نہ لینا۔ تو درد کے بغیر دوست کے در پہ نالاں ہے! خاموش! کہیں دردمندوں کی آبرو خاک میں نہ ملا دینا۔

(۴۲۶)

اے دیدہ مرا عاشق یارے کردی　　حیران رخ لالہ عذارے کردی
کارے کردی کہ ہیچ نتواں گفتن　　اللہ اللہ چہ خوب کارے کردی

اے آنکھ! تو نے مجھے یار کا عاشق بنا دیا اور ایک لالہ رخسار کے چہرے پر حیران و فریفتہ کر دیا۔ تو نے ایسا کام کیا کہ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ اللہ اللہ! تو نے کیا خوب کام کیا۔

(۴۲۷)

تا نگذری از جمع بفردے نرسی　　تا نگذری از خویش بمردے نرسی
تا در رہ دوست بے سر و پا نشوی　　بے درد بمانی و بدردے نرسی

جب تک تو جمع (کثرت) کو ترک نہ کریگا۔ فرد واحد تک نہ پہنچے گا اور جب تک تو اپنی ہستی کو فنا نہ کریگا۔ کسی مرد کامل تک تیری رسائی نہ ہوگی جب تک تو دوست کی راہ میں بے سروپا نہ ہوگا۔ بے درد رہے گا اور تجھے درد حاصل نہ ہوگا۔

(۴۲۸)

عشقم دادی ز اہل دردم کردی　　از دانش و عقل و ہوش فردم کردی
سجادہ نشین باوقارے بودم　　میخوارہ و رند و دُردم کردی

تو نے عشق دے کر مجھکو اہل درد سے کر دیا۔ اور دانش و عقل و ہوش و خرد سے بیگانہ بنا دیا۔ میں ایک باوقار سجادہ نشین (عابد و زاہد) تھا تو نے مجھے شرابی اور رند اور مست بنا دیا۔

(۴۲۹)

اے چرخ بسی لیل و نہار آوردی — گہ فصل خزان و گہ بہار آوردی
مرداں جہاں را ہمہ بردی بزمین — نامرداں را برائے کار آوردی

اے آسمان! تو بہت سے روز و شب لایا۔ کبھی تو فصل خزاں لایا اور کبھی موسم بہار۔ دنیا کے لائق آدمیوں کو تو نے زمین میں دفن کر دیا اور نااہلوں کو عزت و وقار دیا۔

(۴۳۰)

اے آنکہ بکنہت نرسید ادراکے — کونین بپیش رحمتت خاشاکے
از روئے کرم اگر ببخشی ما را — بخشیدہ از لطف تو مشت خاکے

اے خداوند قدوس! تیری حقیقت و ماہیت تک عقل نہیں پہنچتی۔ تیری رحمت کے مقابلہ میں دونوں جہان خس و خاشاک ہیں۔ اگر تو از روئے کرم ہم کو بخش دے تو عجیب نہیں۔ کیونکہ تو نے اپنے لطف و کرم سے ایک مشت خاک (آدم علیہ السلام) کو بخشا ہے۔

(۴۳۱)

بے یاد سراں دشت خوں آشامی — مردند ز حسرت و غم ناکامی
خستہ زدگان وادی شوق ترا — ہجراں کشد و اجل کشد بدنامی

ہجر وہ خون آشامی کا بے پایاں بیابان ہے جس میں (تیرے دل زدگان عشق) حسرت و ناکامی سے جاں بحق ہو گئے۔ تیری وادی شوق کے خستہ دلوں کو ہجر مارتا ہے اور موت بدنام ہوتی ہے۔

(۴۳۲)

دستے نہ کہ از نخل تو چینم ثمرے　　چشمے نہ کہ بر خویش بگریم قدرے
پائے نہ کہ در کوئے تو پایم گذرے　　روئے نہ کہ بر خاک بمالم سحرے

ایسا ہاتھ نہیں کہ تیرے نخل سے کوئی پھول توڑ سکوں ایسی آنکھ نہیں کہ اپنے حال پر کسی قدر آنسو بہاؤں ایسا پاؤں نہیں کہ تیرے کوچے میں گذر نصیب ہو اور ایسا چہرہ نہیں کہ کسی صبح تیرے حضور خاک پر رگڑ دوں۔

(۴۳۳)

اے بر سر ہر کس ز خیال تو ہوسے　　بے یاد تو بر نیاید از دل نفسے
مفروش مرا مبخش آزاد مکن　　من خواجہ یکے دارم و تو بندہ بسے

ہر شخص کے دماغ میں تیرے خیالات کا ہجوم ہے اور تیری یاد کے بغیر دل سے ایک سانس بھی نہیں نکلتا۔ نہ تو مجھے بیچ نہ کسی کو بخش اور نہ آزاد کر کیونکہ میرا ایک تو ہی آقا ہے اور تو بہت سے غلام رکھتا ہے۔

(۴۳۴)

اوّل ہمہ جام آشنائی دادی　　آخر بہ ستم زہر جدائی دادی
چوں کشتہ شدم بگفتی ایں کشتۂ کیست　　دادار تو کہ داد بیوفائی دادی

پہلے تو مجھے آشنائی کا جام پلایا اور آخر کار جور و ستم کے ساتھ جدائی کا زہر دیا۔ جب میں مر گیا تو پوچھا کہ یہ کس کا مارا ہوا ہے تیرے ہاتھوں سے فریاد ہے کہ تو نے بیوفائی کا خوب حق ادا کیا۔

(۴۳۵)

اے کاش مرا سقف آلایندے　　آتش بزدندے و بجا بنشاندے
ور چشم عزیز من نمک سایندے　　ور دوست جدا شدن نفرمایندے

کاش مجکو بارود چھڑک کر آگ لگا دیتے اور نہ سہی میری عزیز آنکھوں میں نمک ڈال دیتے۔ مگر دوست سے جدا ہونے کے لیے نہ فرماتے۔

(۴۳۶)

اے دل ز شراب جہل مستی تا کے　　اے نیست شوندہ لاف ہستی تا کے
گر غرق نہ بحر غفلت و آز نہ　　تر دامنی و ہوا پرستی تا کے

اے دل! تو کب تک جہالت کی شراب پی کر مستی کرتا رہے گا اور اے نیست ہونے والے (فانی)! تو کب تک ہستی کی لاف زنی کرتا رہیگا۔ اگر تو غفلت اور حرص کے سمندر میں غرق نہیں تو یہ تیری گناہگاری اور ہوس پرستی کب تک رہے گی۔

(۴۳۷)

گر ہمرہ عدم شوی ز خود رستہ شوی　　ور در صفت خویش روی بستہ شوی
میدان کہ وجود تو حجاب رہ تست　　با خود منشین کہ ہر زماں خستہ شوی

اگر تو عدم (فنا) کا شکار ہو جائے تو خودی سے آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر اپنی صفت کے ساتھ رہ جائے گا تو پابند ہو جائے گا۔ یاد رکھ تیرا وجود تیرے راستے میں حجاب (حائل) ہے۔ اپنی خودی کے ساتھ

نہ بیٹھ۔ ورنہ ہر وقت خستہ و خوار ہوگا۔

۱۴۳۸

ای دل تا کے مصیبت افزا گردی   ای خون شدہ درد چہ پیدا گردی
انداختیم دربدر کوئے بکوئے   رسوا کردی مرا تو رسوا گردی

اے دل! تو کب تک مصیبتوں کو بڑھاتا رہے گا اور اے خون گشتہ! تو کب تک درد پیدا رہے گا۔ تو نے مجھے دربدر اور کوچہ بکوچہ ٹھوکریں کھلائیں خدا تجھے رسوا کرے تو نے تو مجھے رسوا کر دیا۔

۱۴۳۹

تا بتوانی بکوش بجاں بار دلے   می کوش کہ تا شود ترا یار دلے
آزار دلے مجوی کہ ناگاہ کنی   کار دو جہاں در سر آزار دلے

ناگاہ - اچانک ؛

جہاں تک ممکن ہو دل کا بوجھ جان پہ برداشت کر اور کوشش کر کہ کوئی صاحب دل تیرا یار ہو جائے۔ تو کسی دل کے درپئے آزار نہ ہو۔ مبادا کسی دل کو دکھ دے کر تو اچانک دونوں جہان کے کام کو خراب کر لے

مباش درپئے آزار و ہر چہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

(۴۰)

دنیا راہے بہشت منزل گاہے — این ہر دو بنزد اہل معنی کاہے
گر عاشق صادقی ز ہر دو بگذر — تا دوست ترا بخود نماید راہے

دنیا ایک راستہ ہے اور بہشت ایک منزل گاہ۔ مگر اہل حقیقت کے نزدیک دونوں ایک تنکے کے برابر ہیں۔ اگر تو عاشق صادق ہے۔ تو ان دونوں کو ترک کر دے تاکہ دوست اپنی طرف تیری رہنمائی کرے۔

(۴۱)

در مدرسہ گرچہ دانش اندوز شوی — وز گرمی بحث مجلس افروز شوی
در مکتب عشق با ہمہ دانائی — سرگشتہ چو طفلان نو آموز شوی

مکتب = مدرسہ ۔ سرگشتہ = پریشان ۔
نو آموز = مبتدی ۔

اگرچہ تو مدرسہ میں دانش و خرد سے بہرہ ور ہو جائے اور گرمی بحث سے مجلس کو رونق بخش دے (لیکن پھر بھی) مکتب عشق میں تمام دانائی کے باوجود نو آموز بچوں کی طرح سرگشتہ رہے گا۔

(۴۲)

گفتم کہ کرائی تو بدین زیبائی — گفتا خود را کہ من خود یکتائی
ہم عشقم و ہم عاشقم و ہم معشوقم — ہم آئینہ ہم جمال ہم بینائی

میں نے کہا یہ زیب و زینت کس کے لیے ہے۔ فرمایا اپنے لیے کیونکہ میں خود یکتا ہوں۔ میں عشق بھی ہوں، عاشق بھی ہوں اور معشوق

بھی۔ آئینہ بھی ہوں، حسن و جمال بھی ہوں اور بینائی بھی، یعنی سب کچھ میں ہی ہوں ۔ غالب رحمہ اللہ ؎

اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

آقائے رازی

۱۲۱/م
۳۵

DUE DATE

۱۴۳۷۰